۹-۲۲ جولائی ۱۹۸۹ء

ہفت روزہ
پریم ساگر
چکوال

فرمانِ خدا

اٹھو مری دنیا کے غریبوں کو جگا دو
کاخِ امراء کے در و دیوار ہلا دو
گرماؤ غلاموں کا لہو سوزِ یقیں سے
کنجشکِ فرومایہ کو شاہیں سے لڑا دو
سلطانیٔ جمہور کا آتا ہے زمانہ!
جو نقشِ کہن تم کو نظر آئے مٹا دو
جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہیں روزی
اس کھیت کے ہر گوشۂ گندم کو جلا دو
کیوں خالق و مخلوق میں حائل رہیں پردے
پیرانِ کلیسا کو کلیسا سے اٹھا دو!
حق را بسجودے، صنماں را بطوافے!
بہتر ہے چراغِ حرم و دیر بجھا دو
میں ناخوش و بیزار ہوں مرمر کی سلوں سے
میرے لیے مٹی کا حرم اور بنا دو
تہذیبِ نوی کارگہِ شیشہ گراں ہے
آدابِ جنوں شاعرِ مشرق کو سکھا دو!

(اقبالؒ)

۵ جولائی بین الاقوامی سازش تھی

رشوت اور سفارش قوم کے جسم پر ناسور بن چکا ہے

مسلمان جس کا عقیدہ آفاقی تھا وہ اس قدر تنگ نظر کیوں ہو گیا



جلد: ۱ | ۹ جولائی تا ۲۲ جولائی | شمارہ ۷، ۸

چیف ایڈیٹر
سرفراز خان
ایڈیٹر
میاں محمد ملک
مجلس ادارت
پروفیسر انور بیگ اعوان
قانونی مشیر
سید ضیاء الحسن زیدی ایڈووکیٹ
رپورٹنگ
محمد سعید ایکشن
خالدہ عزیز
نمائندے چکوال کے نواح میں

بوچھال کلاں عظمت علی جوگی
کلر کہار: محمد حفیظ
نیلہ: محمد اشرف

اسلام آباد
ڈی ایم منہاس، فدا الرحمٰن
لاہور
حاجی محمد بشیر ملک
کراچی
محمد اقبال قریشی
محمد نجف گوندل

اندر کے صفحات پر

صفحہ

قیمت: ۶ روپے
سالانہ: ۲۵۰ روپے
مطبع: اسد محمود پرنٹنگ پریس گوالمنڈی راولپنڈی
مقام اشاعت
بی ۱۷/۱۵۲۷ نزد ریلوے پھاٹک چکوال

دین و دانش

صراطِ مستقیم

پروفیسر انور بیگ اعوان

القرآن

پھر جب چاند کو دیکھا کہ چمک رہا ہے تو کہنے لگے یہ میرا پروردگار ہے لیکن جب وہ بھی چھپ گیا تو بول اٹھے کہ اگر میرا پروردگار مجھے سیدھا راستہ نہیں دکھلائے گا تو میں ان لوگوں میں ہو جاؤں گا جو بھٹک رہے ہیں پھر جب سورج کو دیکھا کہ جگمگا رہا ہے تو کہنے لگے میرا پروردگار یہ ہے یہ سب سے بڑا ہے مگر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو کہنے لگے لوگو! جن چیزوں کو تم خدا کا شریک بناتے ہو میں ان سے بیزار ہوں میں نے سب سے یکسو ہو کر اپنے تئیں اسی ذات کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

(الانعام: ۷۶ ـ ۷۹)

الحدیث

ابی ذرؓ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلعم نے ترکِ دنیا حلال کو حرام بنانے اور مال کو ضائع کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ ترک دنیا یعنی زہد یہ ہے کہ جو کچھ تیرے ہاتھوں میں ہے اس پر بھروسہ نہ کر اس پر بھروسہ کر جو پروردگار کے ہاتھوں میں ہے۔

(ترمذی، ابن ماجہ)

نہج البلاغہ

استغفار ایک ایسا لفظ ہے جو چھ باتوں پر حاوی ہے پہلے یہ کہ جو ہو چکا اس پر نادم ہو، دوسرے ہمیشہ کے لئے اس کے مرتکب نہ ہونے کا تہیہ کرنا، تیسرے یہ کہ مخلوق کے حقوق ادا کرنا، یہاں تک کہ اللہ کے حضور میں اس حالت میں پہنچو کہ تمہارا دامن پاک و صاف اور تم پر کوئی مواخذہ نہ ہو، چوتھے یہ کہ جو فرائض تم پر عائد ہوئے تھے اور تم نے انہیں ضائع کر دیا تھا انہیں اب پورے طور پر بجا لاؤ پانچویں یہ کہ جو گوشت اکل حرام سے نشو و نما پاتا رہا ہے اس کو غم و اندوہ سے پگھلاؤ چھٹے یہ کہ اپنے جسم کو اطاعت کے رنج سے آشنا کرو جس طرح اسے گناہ کی شیرینی سے لذت اندوز کیا تھا۔

کلامِ خواجہ حافظ شیرازیؒ

باده نوشی که درو ہیچ ریائے بنود
بہتر از زہد فروشی که درو روے و ریاست

ما نه مردانِ ریائیم و حریفانِ نفاق
آنکه او عالمِ سراست بدیں حال گواست
فرضِ ایزد بگذاریم و بکس بد نکنیم
وانچه گویند روا نیست بگوئیم رواست

ترجمہ: وہ شراب نوشی جس میں کوئی ریاکاری نہ ہو اس زہد نمائی سے بہتر ہے جس میں دکھاوا اور ریاکاری ہے ہم نہ ریاکار ہیں نہ نفاق پسند جو رازوں کو جانتا ہے وہ اس حال پر گواہ ہے ہم خدا کا فرض ادا کرتے ہیں اور کسی کے ساتھ برائی نہیں کرتے اور جس کو وہ ناجائز کہتے ہیں ہم اسے جائز کہتے ہیں۔

ارشاداتِ صوفیا

ہر کام کو منجانب اللہ تصور کرنے والا ہی صابر کہلاتا ہے جس طرح رزق حرام سے احتراز ضروری ہے اسی طرح بداخلاقی سے کنارہ کشی ضروری ہے افضل ترین ہے وہ فقیر جس سے نہ تو دنیاوی بادشاہ خراج طلب کر سکے اور نہ عقبیٰ میں اللہ تعالیٰ حساب مانگے نفس سے محبت کرنے والوں پر غرور، حسد اور ذلت مسلط ہو جاتے ہیں۔

(حضرت ابو وراقؒ)

پنجابی عارفانہ کلام

د ـ دل دریا سمندروں ڈونگھا غوطہ مار غوابی ہو
جیں دریا وچ نہ کیتا رہی جان پیاسی ہو
ہر دم نال اللہ دے رکھن ذکر فکر دے آسی ہو
اس مرشد تھیں زن بہتر باہو جو پھند فریب لباسی ہو

(حضرت سلطان باہوؒ)

ترجمہ:۔ اے درویش! دریائے دل تو سمندروں سے زیادہ گہرا ہے اس میں غواصیوں کی طرح غوطہ مار کر عرفان ذات کے بیش قیمت موتی نکال لے پیاس تو دریائے وحدت نوش کرنے سے بجھ سکے گی لہٰذا جس نے دریائے وحدت نوش نہ کیا اس کی روح تو ہمیشہ دیدار ذات کی پیاسی رہے گی، جو سالک ذکر و فکر کی آس لگائے بیٹھے ہیں وہ تو اپنے ہر ایک دم کو ذکر اللہ میں مستغرق رکھتے ہیں اے طالب! جو مرشد محض زہد و ریاضت سجود سجادہ جبہ و دستار کے فریب میں مبتلا ہے اور دریائے معرفت میں غوطہ زنی نہیں کر سکتا وہ تو طالب المولیٰ مذکر کے مصداق مرد مولیٰ نہیں بلکہ مکار اور فریبی ہے اس سے تو طالب العقبیٰ مؤنث کے مصداق عورت کا درجہ بہتر ہے۔

ایک دعا

یا اللہ!
کھانے کو روٹی دے!
پہننے کو کپڑا دے
رہنے کو مکان دے
عزت اور آسودگی کی زندگی دے!!

"میاں جی! یہ بھی کوئی مانگنے کی چیزیں ہیں؟
کچھ اور مانگا کر!"
"بابا جی! آپ کیا مانگتے ہیں؟"
"میں!!
میں یہ چیزیں نہیں مانگتا"
میں تو کہتا ہوں
"اللہ میاں مجھے ایمان دے
نیک عمل کی توفیق دے!!

"بابا جی! آپ ٹھیک دعا مانگتے ہیں
انسان وہی چیز تو مانگتا ہے
جو اس کے پاس نہیں ہوتی"

ابنِ انشاء

قارئین پریم ساگر کو عید مبارک

(ادارہ)



فوزیہ بہرام اپنے وعدے بھول گئیں

مکرمی - آپ کے ہفت روزہ کی وساطت سے ہم فوزیہ بہرام کو یاد دلانا چاہتے ہیں کہ انہوں نے الیکشن کے دوران عوام سے وعدے کئے تھے جو کہ غالباً وہ بھول چکی ہیں ایسا لگتا ہے کہ وہ آئندہ اس حلقہ سے الیکشن لڑنے کا ارادہ نہیں رکھتیں محترمہ آپ نے حاصل کے عوام سے وعدہ کیا تھا کہ انہیں بجلی دلوائے گی اور دوسرے ضروری مسائل کو حل کرانے میں بھی ان کے ساتھ تعاون کرے گی لیکن بجلی کے مسئلہ پر انہوں نے تعاون کا پرزور وعدہ کیا تھا ہم انہیں یاد دلانا چاہتے ہیں کہ وہ اپنے وعدے کو پورا کریں۔

اہالیان حاصل تحصیل چکوال

ناجائز منافع خوری اور گرانی

مکرمی - موضع نیلہ میں ضروری اشیائے خوردنی کی قیمتوں میں ناجائز اضافہ کا رجحان بڑھ گیا ہے ہر دکان دار نے من مانے نرخ مقرر کر لئے ہیں اور کوئی پوچھنے والا نہیں ہے میں ڈپٹی کمشنر چکوال سے اپیل کرتا ہوں کہ ناجائز منافع خوروں اور گراں فروشوں کے خلاف سخت اقدامات کئے جائیں۔

تنویر احمد چوہدری ساکن نیلہ ضلع چکوال

شفاخانہ حیوانات کی ضرورت

مکرمی - موضع بھگوال جو کہ مختلف دیہات کا مرکزی مقام ہے یہاں کے زیادہ تر لوگ کاشتکار ہیں اور مال مویشی پال کر گذارہ کرتے ہیں لیکن ہر سال وبائی بیماریوں کی صورت کی پرزور مذمت کی ہے ان رہنماؤں نے اپنے مشترکہ بیان میں جمہوری حکومت کے منطائی رویے پر شدید غم و غصے کا اظہار کرتے ہوئے خبردار کیا ہے کہ وہ اپنے سابقہ دور کو نہ بھولے وگرنہ اس کا حشر بھی پہلے جیسا ہوگا۔

سوئی گیس فراہم کی جائے

مکرمی - سوئی گیس کی مین لائن ہمارے گاؤں مہر دیپلو سے ہوتی ہوئی راولپنڈی جاتی ہے مگر ہم اس سہولت سے محروم ہیں میں ہفت روزہ پریم ساگر کے توسط سے حکام بالا سے مطالبہ کرتا ہوں کہ مہر دیپلو اور ملحقہ مواضعات کو بلا تاخیر سوئی گیس فراہم کی جائے۔

ملک فدا حسین ساکن مہر دیپلو۔

ضلع چکوال کو ڈائریکٹ ڈائیلنگ سے ساتھ منسلک کیا جائے

اسلام آباد ہوٹل میں چکوال ایسوسی ایشن کا ایک اجلاس صدر ایسوسی ایشن ظفر بختیاروی کی صدارت میں ہوا اجلاس میں مقررین نے ضلع چکوال کے مسائل پر گفت گو کی اور حکومت کی توجہ ضلع چکوال کے مسائل کی طرف کرائی ایسوسی ایشن کے سیکریٹری جنرل ملک فدا الرحمن نے حکومت سے پرزور مطالبہ کیا کہ چکوال اور تلہ گنگ کو جلد از جلد ڈائریکٹ ڈائیلنگ کے ساتھ منسلک کیا جائے انہوں نے کہا کہ یہ منصوبہ جون ۱۹۸۶ء میں مکمل ہونا تھا لیکن خدا جانے کہ اہلیان چکوال سے کس جرم کا بدلہ لیا جا رہا ہے چھوٹے چھوٹے قصبوں جو کہ نہ تحصیل ہیں نہ ضلع لیکن ڈائریکٹ ڈائیلنگ سے منسلک کر دیا گیا ہے ایک چکوال ہے کہ گذشتہ تین سال سے یہ سن رہے ہیں کہ صرف ایک کھمبا باقی ہے چکوال کے عوام مطالبہ کرتے ہیں کہ انہیں بتایا جائے کہ وہ صرف ایک کھمبا کب تک مکمل ہوگا اور اہلیان چکوال اس سہولت سے مستفید ہو سکیں گے چکوال ایسوسی ایشن کے صدر ظفر بختیاروی اور سیکریٹری جنرل ملک فدا الرحمن محکمہ ٹیلیفون کے ڈائریکٹر جنرل اور متعلقہ افسران سے ملاقات کریں گے۔

موضع فرید کسر کے مسائل

مکرمی - موضع فرید کسر ضلع چکوال کا مشہور گاؤں ہے آبادی تقریباً ۸ ہزار ہے فرید کسر روڈ کا حصہ دوم جو تقریباً پانچ سو گز بنتا ہے پختہ نہیں ہے آٹھ دس سال سے گاؤں میں بجلی موجود ہے مگر گاؤں کا کچھ حصہ مسلسل اس نعمت سے محروم ہے گاؤں میں پانی کی سخت تکلیف ہے گاؤں میں پبلک ہیلتھ یونٹ اور پوسٹ آفس کا ہونا ضروری ہے مگر تاحال اس سلسلے میں کوئی پیش رفت نہیں ہو رہی متعلقہ حکام سے گذارش ہے کہ مسائل کو حل کیا جائے۔

محمد وارث خان ساکن فرید کسر ضلع چکوال

آبنوشی اور آبپاشی کا مسئلہ

مکرمی - یونین کونسل دولہہ اور منگوال کے علاقہ کے عوام کو پینے کے صاف پانی کے حصول میں سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے خصوصاً ڈھوک مریہ، ڈھوک نکہ اور بزوال کے لوگ سخت پریشانی میں مبتلا ہیں کھنوال کے نزدیک نالہ پہ چھوٹا بند تعمیر کر دیا جائے تو آبنوشی کے لئے فائدہ مند ثابت ہوگا امید ہے علاقہ کے ارکان اسمبلی اس جانب بھی متوجہ ہوں گے

قاضی محمد منیر ساکن بزوال ضلع چکوال

ناجائز تجاوزات کو روکا جائے

جناب ایڈیٹر ہفت روزہ پریم ساگر چکوال

ہم اہلیان بھون آپ کے مؤقر جریدے کی وساطت سے متعلقہ حکام کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ کچھ عرصہ قبل ریلوے اسٹیشن بھون کی حدود میں واقع خالی زمین کی نیلامی ہوئی نیلامی کے دوران مندرجہ ذیل شرائط پڑھ کر سنائی گئیں، نیلام میں جو شخص زمین پٹہ پر حاصل کرے گا اسے اس جگہ میں مکان بنانے کی ہرگز اجازت نہ ہوگی، ریلوے کی زمین کو ایک فٹ سے زیادہ کھودنا ممنوع ہوگا، ریلوے کا پانی متذکرہ زمین میں ہرگز استعمال نہیں کیا جا سکتا، ریلوے کی زمین اس شخص کے حوالے اس وقت کی جائے گی۔ ہیڈ کوارٹر سے باقاعدہ آرڈر آئیں گے اور زمین کی باقاعدہ نشاندہی کی جائے گی وغیرہ، وغیرہ۔ نیلامی میں جس شخص نے زمین حاصل کی اس نے زمین حاصل کرنے کے بعد صورت حال کچھ اس قسم کی ہے کہ نہ تو باقاعدہ نشاندہی کی گئی اور اس سے پہلے کہ اوپر سے آرڈر آتے ریلوے کی حدود میں تمام کی تمام زمین پر ہل چلا دیا گیا حتیٰ کہ جو راستہ لائن کو کراس کرتا ہے اور اہلیان بھون کی گذرگاہ ہے اس پر بھی ہل چلا دیا گیا اور اندازہ سے جتنی جگہ بتائی گئی اس سے زیادہ پہ ہل چلا دیا گیا ہے مزید یہ کہ مذکورہ شخص کا پروگرام یہ ہے کہ ریلوے کے کنویں پر موٹر نصب کرے کیا لمبے ہاتھ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ قانون کی خلاف ورزی کی جائے اور قومی دولت کا جس طرح چاہے زیاں کیا جائے ہم اہلیان بھون صرف یہ چاہتے ہیں کہ جن شرائط پر نیلامی ہوئی ان پر عملدرآمد کروایا جائے اور قومی دولت کا ناجائز استعمال کرنے سے روکا جائے اگر ریلوے اپنے کنویں سے پانی کے استعمال کی اجازت دے سکتی ہے تو بھون میں پانی کا مسئلہ انتہائی شدت رکھتا ہے تو اس صورت میں اس کنویں سے اہل بھون کو پانی کی سپلائی کی جائے تاکہ اہل بھون کو فائدہ ہو اور وہ ملکی ترقی میں اہم کردار ادا کر سکیں۔

مگھیاں میں پی سی او قائم کیا جائے

مکرمی - میں آپ کے مؤقر ہفت روزہ پریم ساگر کی وساطت سے مرکزی وزیر مواصلات کی توجہ اپنے گاؤں موضع مگھیال تحصیل پنڈی گھیب (اٹک) کی جانب توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں مذکورہ گاؤں کے عوام کی اکثریت ملک کے دوسرے بڑے شہروں کراچی، لاہور، پنڈی اسلام آباد اور پشاور وغیرہ میں مقیم ہیں جن کا اپنے گھر کے ساتھ رابطہ صرف خط کے ذریعے ہی ہوتا ہے بعض اوقات اہم ترین پیغامات بھی بہتوں بعد موصول ہوتے ہیں عوام کی ضروریات کے پیش نظر پبلک کال آفس کی ضرورت ہے امید ہے وزیر موصوف عوام کے اس دیرینہ مطالبہ کو پورا کریں گے۔

ملک اللہ بخش راجپوت سماجی کارکن مگھیال

عبدالواحد ہاشمی حال مقیم چکوال۔

خبر نامہ

حبیب بینک لاوہ برانچ میں مسلح ڈکیتی کی واردات

تلہ گنگ (نمائندہ پریم ساگر) یہاں سے چالیس میل دور لاوہ میں مسلح نقاب پوش ڈاکوؤں نے دن دہاڑے حبیب بینک لاوہ برانچ کو لوٹ لیا تفصیلات کے مطابق ساڑھے دس بجے کے قریب تین ڈاکو جو کلاشنکوفوں اور ریوالور سے مسلح تھے بینک میں داخل ہوئے جہاں منیجر محمد علی شجاع اور دیگر عملہ حسب معمول ڈیوٹی پر موجود تھا ڈاکوؤں نے کمرہ میں داخل ہوتے ہی بینک کے عملہ پر کلاشن کوفیں تان لیں اور بینک کے گارڈ سے سرکاری بندوق اور کارتوس چھین لئے۔ کاؤنٹر پر پڑی ہوئی نقدی چھیننے کے بعد سیف میں موجود کرنسی نوٹ بھی اٹھالئے اور فائرنگ کرتے ہوئے باہر کھڑی ہوئی کار میں سوار ہو کر فرار ہوگئے اطلاع ملتے ہی ایس ایس پی چکوال چوہدری آصف نواز اور ڈی ایس پی تلہ گنگ ملک محمد بشیر پولیس جمیعت کے ہمراہ جائے وقوعہ پر پہنچ گئے اور ڈاکوؤں کا تعاقب شروع کر دیا جو رکھ سکیسر کے پہاڑی جنگل میں روپوش ہوگئے تھے یہ علاقہ ماضی میں ڈاکو محمد خان کی پناہ گاہ بنا رہا اور کہا جاتا ہے میانوالی کے خطرناک اشتہاری ملزم احمد نواز نیازی کا مسکن بھی یہی علاقہ ہے خوشاب، میانوالی اور چکوال پولیس دستوں نے میانوالی، تلہ گنگ کی سرحد ڈھاک سے سکیسر ضلع خوشاب تک کے پہاڑی سلسلہ کا محاصرہ کر لیا ہے اور ڈاکوؤں کے گرد گھیرا تنگ کیا جا رہا ہے واردات میں استعمال ہونے والی بلیک رنگ کی ٹیوٹا مارک ون کار جسے ڈاکوؤں نے جنگل میں روپوش ہونے سے پہلے آگ لگا دی تھی لاوہ سے ۵ میل دور مل گئی ہے اور لاوہ پولیس نے کار کا جلا ہوا ڈھانچہ اپنے قبضہ میں لے لیا ہے یہ کار چوری کی بتائی جاتی ہے ملاوہ کے لوگوں نے بتایا کہ بینک ڈکیتی کی واردات سے قبل یہ کار علاقہ میں کئی مرتبہ دیکھی گئی تھی۔

ترقیاتی منصوبوں پر کام جاری ہے

چکوال (نمائندہ پریم ساگر) موضع ڈھاب پڑی کے سماجی راہنما صوبیدار محمد یوسف نے گاؤں میں واٹر سپلائی اسکیم کے اجراء اور لنک روڈ کی تعمیر کا شروع کرنے پر حکومت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ایک بیان میں کہا ہے کہ اس طرح گاؤں کے مسائل حل کرنے میں مدد ملے گی انہوں نے ملک عبدالمجید ایم این اے اور چوہدری لیاقت علی صوبائی پارلیمانی سیکرٹری کی خدمات کو سراہتے ہوئے توقع ظاہر کی کہ گاؤں کے دیگر مسائل پر بھی توجہ دی جائے گی۔

جنرل مرچنٹس ایسوسی ایشن تلہ گنگ کے سالانہ انتخابات مکمل ہوگئے

تلہ گنگ (نمائندہ پریم ساگر) جنرل مرچنٹس ایسوسی ایشن تلہ گنگ کے سالانہ انتخابات مکمل ہوگئے ہیں سالانہ انتخابی اجلاس کے سلسلہ میں منعقدہ تقریب میں اسسٹنٹ کمشنر تلہ گنگ چوہدری ارشاد اللہ تارڑ نے عہدے داروں سے حلف لیا سابق صدر حاجی منیر حسین کی جگہ سابق جنرل سیکرٹری ملک محمد ذاکر کو صدر منتخب کیا گیا جب کہ حاجی منیر حسین کو سرپرست اعلیٰ منتخب کیا گیا ہے ملک محمد افضل کو دوسری مرتبہ بھی سینئر نائب صدر اور سابق جوائنٹ سیکرٹری کو ملک محمد جمیل کو نائب صدر منتخب کیا گیا ہے جب کہ ملک غلام شبیر کو مجلس عاملہ کا چیئرمین بنایا گیا ہے شیخ آفتاب احمد کو جنرل سیکرٹری، چوہدری شبیر زمان کو ایڈیشنل سیکرٹری شیخ اشفاق احمد کو جوائنٹ سیکرٹری، ملک ساجد حسین کو خزانچی اور ملک سلیم خان کو پریس سیکرٹری منتخب کیا گیا ہے

ہائی اسکول تترال کا اعزاز

تترال (نمائندہ پریم ساگر) گورنمنٹ ہائی اسکول تترال کا مڈل سٹینڈرڈ امتحان کا نتیجہ سو فیصد رہا پچپن طلباء نے امتحان دیا ۳۵ طلباء نے فسٹ ڈویژن حاصل کی ۱۷ طلباء نے سیکنڈ ڈویژن جب کہ تین طلبہ درجہ سوم میں پاس ہوئے آصف محمود نے ۷۱۲ نمبر حاصل کر کے اسکول میں پہلی پوزیشن حاصل کی جب کہ شاہد محمود ۶۹۰ نمبر لے کر اسکول میں دوئم رہے تیسری پوزیشن کامران شاہد نے ۶۷۷ نمبر لے کر حاصل کی اس کامیابی کا سہرا اسکول کے ہیڈ ماسٹر چوہدری محمد اسلم، حاجی محمد اسلم چوہان، ملک محمد دین، چوہدری غلام علی حیدر اور نوجوان ٹیچر چوہدری عاشق حسین کے سر ہے۔ علاقہ کے معززین نے سٹاف کو اس شاندار کامیابی پر مبارکباد پیش کی ہے۔

لائبریرین کا تقرر کیا جائے

چکوال (نمائندہ پریم ساگر) اسٹوڈنٹس یونین انٹر کالج پیر پھلائی کے صدر اور اسلامی جمیعت طلبہ کے رہنما نصیر الدین احمد نے حکام بالا سے مطالبہ کیا ہے کہ پیر پھلائی کالج میں لائبریرین کا جلد تقرر کیا جائے تاکہ طلبہ کو لائبریری سے کتب حاصل کرنے میں آسانی ہو۔

قتل کے الزام میں گرفتاری

چکوال (نمائندہ پریم ساگر) موضع ڈھوک سیال کے نوجوان اظہر عباس کو بے دردی سے قتل کرنے کے الزام میں اس کے دو دوستوں محمد فاروق اور خالد محمود کو پولیس نے گرفتار کر لیا ہے مقتول کی نعش وقوعہ کے تیسرے دن جنگل سے ملی تھی۔

ہائی اسکول بھون کا اعزاز

چکوال (نمائندہ پریم ساگر) گورنمنٹ ہائی اسکول بھون کا مڈل سٹینڈرڈ کا نتیجہ ۸۴ فیصد رہا ہے محمد عنصر سہیل نے ۷۱۳ نمبر لے کر اپنے اسکول میں پہلی اور بورڈ میں پانچویں پوزیشن حاصل کی اور ضلع چکوال میں دوسرے نمبر پر رہے محمد عرفان ۶۷۰ نمبر لے کر اسکول میں دوسرے نمبر پر رہے۔

ہائی اسکول کریالہ کا نتیجہ

چکوال (نمائندہ پریم ساگر) اسلامک ینگ سوسائٹی کریالہ کے صدر اعجاز فاروق منہاس نائب صدر سعید مصطفیٰ اور جنرل سیکرٹری راجہ منظر مسعود نے ایک بیان میں کریالہ ہائی اسکول کا ۷۰ فیصد نتیجہ آنے پر تمام اساتذہ کو مبارکباد دی ہے انہوں نے امید ظاہر کی کہ نئے ہیڈ ماسٹر اپنی تمام کوششیں اسکول کے تعلیمی معیار کو بلند کرنے میں صرف کریں گے اور عوام کی توقعات پر پورا اتریں گے۔

اے این پی سے علیحدگی کا اعلان

چکوال (نمائندہ پریم ساگر) متحدہ محنت مزدور یونین چکوال کے صدر ملک دریا خان نے عوامی نیشنل پارٹی سے علیحدگی کا اعلان کیا ہے انہوں نے ایک بیان میں کہا کہ وہ اپنے آئندہ سیاسی لائحہ عمل کا فیصلہ ساتھیوں سے مشورہ کے بعد کریں گے تاہم انہوں نے کہا کہ محنت کش طبقہ کے حقوق کے حصول کے لئے حسب سابق جدوجہد کرتے رہیں گے۔

چاردیواری تعمیر کرنے کا مطالبہ

ملتان خورد (نمائندہ پریم ساگر) نوجوان سیاسی رہنما ملک محمد فاروق خان نے اپنے بیان میں فکرو بلڈنگ کی توجہ گورنمنٹ (گرلز) ہائی اسکول ملتان خورد کی طرف مبذول کرائی ہے اور مطالبہ کیا ہے کہ گرلز ہائی اسکول میں جلد از جلد چار دیواری تعمیر کی جائے اس نئے مالی سال میں اس کے لئے فنڈ فراہم کئے جائیں کیوں کہ چار دیواری کے بغیر کلاسوں کا اجراء ممکن نہیں ہے۔

مڈل اسکول کھوئیاں کا شاندار نتیجہ

ملتان خورد (نمائندہ پریم ساگر) بہبود ویلفیئر سوسائٹی موضع کھوئیاں کا اجلاس زیر صدارت جاوید اقبال منعقد ہوا۔ جس میں ایک قرارداد کے ذریعہ مڈل اسکول کھوئیاں کے اچھے آٹھویں جماعت کے شاندار نتیجہ پر ہیڈ ماسٹر ملک محمد اسلم اور دیگر اسٹاف کو مبارکباد دی گئی اس اسکول کے شریک امتحان ۳۳ میں سے ۷ طلبہ نے فرسٹ ڈویژن ۲۳ نے سیکنڈ ڈویژن اور ۳ نے تھرڈ ڈویژن میں کامیابی حاصل کی۔

شیخ تنظیم کا قیام

بوچھال کلاں (نمائندہ پریم ساگر) موضع نورپور میں شیخ تنظیم کا قیام عمل میں لایا گیا جس کا مقصد برادری کے ساتھ تعاون اور ان کی اجتماعی ضروریات اور حقوق کا تحفظ کرنا ہے عہدے داران کے نام یہ ہیں صدر شیخ لیاقت علی، جنرل سیکرٹری شاہد بلوچ، سینئر نائب صدر بدر حسین شاہ، نائب صدر خوشحال شیخ خوشی محمد، فنانس سیکرٹری شیخ منور خان ہے۔

مبارک باد

بھون (نمائندہ پریم ساگر) مَن بھاون آرٹس کونسل کا اجلاس زیر صدارت ح۔ ح سید منعقد ہوا جس میں چوہدری ریاسب کو اسٹیٹ لائف انشورنس کارپوریشن کا ایریا منیجر مقرر ہونے پر مبارکباد دی گئی اجلاس میں ایم۔ کے عامر، (صدر)، ایم اسحاق حسرت جنرل سیکریٹری، ایم اعجاز حجازی، شجاعت بابر، لطیف شہزاد، ناصر جاوید پریمی اور دیگر اراکین آرٹس کونسل نے بھی شرکت کی۔

زکوٰۃ و عشر کمیٹی کے چیئرمین

بوچھال کلاں (نمائندہ پریم ساگر) اصلاح معاشرہ کمیٹی کے چیئرمین حاجی محمد اسلم عرف عوامی کو مقامی زکوٰۃ و عشر کمیٹی بوچھال کلاں کا چیئرمین منتخب کیا گیا ہے۔

جواں مرگ

حطار (نمائندہ پریم ساگر) موضع بھٹی گجر کا جواں سال محمد اختر ولانہ ڈیم میں نہاتے ہوئے پانی میں ڈوب کر ہلاک ہو گیا متوفی محمد اختر اپنے والد کی وفات پر رخصت لے کر گھر آیا ہوا تھا۔

یوتھ پالیسی کا خیر مقدم

تلہ گنگ (نمائندہ پریم ساگر) پیپلز یوتھ آرگنائزیشن تھانہ لاوہ کے صدر خالد رشید تبسم، جنرل سیکریٹری غوث محمد بردیسی، انفارمیشن سیکریٹری خدا بخش اور آرگنائزر محمد سلیم نے اپنے ایک مشترکہ بیان میں نوجوانوں کے امور کے انچارج وزیر مملکت سید پرویز علی شاہ کی طرف سے غیر جمہوری حکومت کے بعد پہلی بار نوجوانوں کے مسائل کو عملی طور پر حل کرنے کے لئے یوتھ پالیسی کے تاریخی اعلان کا خیر مقدم کیا ہے۔

اسلامی جمعیت طلبہ کا اجلاس

چکوال (نمائندہ پریم ساگر) اسلامی جمعیت طلبہ حلقہ ابوبکر صدیق رضؓ کا اجتماع منعقد ہوا جس سے خطاب کرتے ہوئے اشرف آصف نے کہا کہ اسلامی جمعیت طلبہ آج ہر میدان میں باطل کے خلاف نبرد آزما ہے اور اس کا وجود حق کی علامت بن کر معاشرے میں پھیل چکا ہے انہوں نے کارکنان جمعیت کو تلقین کی کہ اپنی دعوت کو وسیع بنیادوں پر پھیلانے کے لئے، مزید محنت اور کاوش کریں۔

ڈاکٹر افتخار حیدر ملک آکسفورڈ روانہ ہو گئے

تلہ گنگ (خصوصی رپورٹ) قائداعظم یونیورسٹی ایریا سٹڈی سینٹر کے چیئرمین اور ممتاز دانشور پروفیسر ڈاکٹر افتخار حیدر ملک قائداعظم فیلو شپ پر سینٹ انتھونی کالج آکسفورڈ یونیورسٹی میں تعینات ہوئے ہیں اس مقصد کے لئے ان کا انتخاب حکومت پاکستان نے کیا ہے ڈاکٹر افتخار حیدر ملک کا تعلق تلہ گنگ شہر سے ہے اور موصوف کا شمار معروف محققین میں ہوتا ہے۔

خانۂ خدا میں چوری

چکوال (نمائندہ پریم ساگر) جامع مسجد حنفیہ فریدکسر میں عطیہ برائے مسجد کے لئے پڑی ہوئی صندوقچی کا تالا توڑ کر نامعلوم چور ہزاروں روپے لے اڑے کہا جاتا ہے کہ اس صندوقچی میں سال بھر کے عطیات موجود تھے۔

ڈاکٹر غلام حسین کی خدمات سے فائدہ اٹھایا جائے

چکوال (نمائندہ پریم ساگر) پی پی ضلع چکوال کے جنرل سیکریٹری مقبول حسین ہاشمی اور سٹی چکوال کے صدر محمد حسین نے ایک مشترکہ بیان کے ذریعہ پارٹی کی چیئرپرسن اور وزیراعظم بے نظیر بھٹو سے اپیل کی ہے کہ پارٹی کے سابق جنرل سیکریٹری ڈاکٹر غلام حسین کو ماضی کی خدمات کے پیش نظر دوبارہ پارٹی میں شامل کر کے ان کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھایا جائے۔

علاقہ ونہار میں کنویں میں گرنے سے ۴ افراد ہلاک

بوچھال کلاں (نمائندہ پریم ساگر) علاقہ ونہار کے مختلف دیہات میں چار افراد ہلاک ہو گئے تفصیلات کے مطابق واٹر سپلائی اسکیم بوچھال کلاں کا ملازم فضل دین اچانک کنویں میں گر کر ہلاک ہو گیا وہ کنویں پر اپنے فرائض سرانجام دے رہا تھا موضع میانی میں بھی غلام حسین نامی شخص کنویں میں گر کر ہلاک ہو گیا موضع سیتھی میں محمد امیر نامی شخص کی موت بھی کنویں میں گر جانے سے واقع ہوئی کہا جاتا ہے کہ اس کا دماغی توازن درست نہ تھا۔

واٹر ریٹ کی وصولی پر احتجاج

بوچھال کلاں (نمائندہ پریم ساگر) وارڈ نمبر ۲ بوچھال کلاں میں واٹر سپلائی اسکیم کے ذریعہ گذشتہ ۲ سالوں سے صارفین کو پینے کی کے لئے پانی کی ایک بوند بھی دستیاب نہیں ہو سکی جب کہ ضلع کونسل کی انتظامیہ واٹر ریٹ کی وصولی پر بضد ہے صارفین نے ایک بیان میں چیئرمین ضلع کونسل چکوال سے اپیل کی ہے کہ صورت حال کی اصلاح کے لئے واٹر ریٹ کی وصولی نہ کی جائے یا صارفین کو ضرورت کے مطابق پانی مہیا کیا جائے۔

مسائل حل کرنے کے لیئے اقدامات

منڈے (پ۔ ر) ڈپٹی کمشنر چکوال نے موضع منڈے کا دورہ کیا اس موقع پر لوگوں نے گاؤں کے مسائل سے ڈی سی کو آگاہ کیا انہوں نے یقین دلایا کہ بجلی، پانی، ٹیلیفون اور صحت کے مسائل حل کرانے کے لئے ضروری اقدامات کریں گے۔

ڈاکٹر کیخلاف پراپیگنڈہ کی مذمت

چکوال (نمائندہ پریم ساگر) پی ایم اے چکوال کی مجلس عاملہ کا اجلاس ڈسٹرکٹ اسپتال چکوال میں منعقد ہوا جس میں ایک قرارداد کے ذریعے ڈاکٹر اصغر حمید قریشی ایم ایس ڈسٹرکٹ اسپتال چکوال کے خلاف منفی مہم اور الزام تراشی کی مذمت کی اور ڈاکٹر قریشی کی خدمات کو سراہا۔

پانی کا چندہ معاف کیا جائے

بوچھال کلاں (نمائندہ پریم ساگر) بوچھال کلاں وارڈ نمبر ۲ کی عوام نے چیئرمین ڈسٹرکٹ کونسل چکوال ملک سلیم اصغر سے گذارش کی ہے کہ ان کا پانی کا چندہ معاف کیا جائے اور پانی کا مناسب بندوبست کیا جائے انہوں نے کہا کہ گذشتہ دو سالوں سے پانی کی ایک بوند بھی ہمارے گھروں میں نہیں آئی جب کہ ہم سے پانی کا چندہ باقاعدہ وصول کیا جاتا ہے لہٰذا براہ کرم ہمارا چندہ معاف کیا جائے جب پانی نہیں تو چندے کا کیا سوال ہے۔

اسکول کیلئے سرکاری گرانٹ

منڈے (پ۔ ر) صوبائی اسمبلی کی رکن فوزیہ بہرام نے گورنمنٹ پرائمری اسکول منڈے کے لئے دس ہزار روپے کی گرانٹ دی ہے جس سے ایک کمرہ تعمیر کیا گیا عوامی حلقوں نے مزید رقم مہیا کرنے کا مطالبہ کیا تاکہ چاردیواری مکمل کی جائے۔

بوچھال کلاں میں پانی کی فروخت؟

بوچھال کلاں (نمائندہ پریم ساگر) بوچھال کلاں میں پانی کی شدید قلت کی وجہ سے لوگ مجبوراً پانی خرید رہے ہیں اور ایک روپیہ فی گھڑا گاؤں میں پانی فروخت ہو رہا ہے لوگ پانی کی بوند بوند کو ترس رہے ہیں اور متعلقہ حکام اور حلقہ کے منتخب ارکان پانی کے مسئلہ پر سنجیدگی سے توجہ نہیں دے رہے جس پر عوامی حلقوں میں احتجاج جاری ہے۔

چکوال (نمائندہ پریم ساگر) جماعت اسلامی ضلع چکوال کے امیر ڈاکٹر محمد نواز، ضلعی جنرل سیکریٹری ظفر اقبال، تحصیل چکوال کے امیر سید حسین شاہ، تحصیل تلہ گنگ کے امیر قاضی احمد دین، چکوال شہر کے امیر محمد رفیق، تلہ گنگ شہر کے امیر ملک عبدالرشید، ادارہ حلقات قرآنیہ ضلع چکوال کے صدر راجہ غلام محمد اور ینگ اسلامک آرگنائزیشن کے عہدے داروں نے جماعت اسلامی ملتان کے امیر عبدالمحسن شاہین اور محمد ریاض پر قاتلانہ حملہ

رشوت اور سفارش کا ناسور قوم کے جسم میں سرایت کئے ہوئے ہے

"گذشتہ روز ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی ڈپٹی کمشنر چکوال کے پاس ان کے آبائی گاؤں علاقہ میانوالی سے کچھ لوگ سفارشی خط لے کر آئے تاکہ وہ ایک مقدمے کا فیصلہ اپنے حق میں کرا سکیں اس سفارش کا جواب ڈپٹی کمشنر نے یہ دیا کہ مذکورہ اشخاص کو ہتھکڑی لگا کر اپنی عدالت کے باہر کھڑا کر دیا اور تا برخاست عدالت انہیں یہ سزا دی گئی۔

ڈاکٹر صاحب اپنے عہدے کے اعتبار سے ایک بیورو کریٹ ہیں جن کی عموماً مقدور بھر کوشش یہ ہوتی ہے کہ عوام اور انتظامی عمال کو بیک وقت خوش رکھ سکیں تاکہ انتظامی امور بھی ٹھیک چلتے رہیں اور پبلک بھی اپنے "حسب بساط" خوش رہے۔

ہمارا معاشرہ تمام کا تمام دو مرضوں کا جس بے رحمی سے شکار ہو چلا ہے اس کا کوئی علاج نظر نہیں آتا، سفارش اور رشوت، دونوں امراض نے تمام معاشرے کو مفلوج کر رکھا ہے رشوت سے اگر باز رکھنے کی کوشش کی جائے تو راشی افسر ناراض ہو جاتے ہیں اور اگر سفارش نہ مانی جائے تو نازک مزاج عوامی نمائندے جنہیں عرف عام میں "سیاسی لوگ" کہا جاتا ہے وہ ناراض ہو جاتے ہیں ان دونوں پارٹیوں میں پھنس کر ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی جیسے انتظامی سربراہ کو اپنی ذمہ داریاں پوری کرنا پڑ جائیں تو اندازہ کیجئے ان پر کیا گذرے گی۔

یقیناً ڈاکٹر صاحب جانتے ہوں گے کہ انتظامی معاملات میں افسروں کا ایک ٹولہ اور کلرکوں کا ایک جم غفیر ان کی پالیسی سے خوش نہیں وہ پریشان ہیں اور پریشانی کا اظہار اس طرح کر رہے ہیں کہ بس جی ڈی سی صاحب نیک آدمی ہیں لیکن انتظامی لحاظ سے ستیاناس ہو گیا ہے کوئی فائیل آگے نہیں بڑھ رہی ہے لیکن عوام حقیقی صورت حال کو سمجھتے ہیں کہ ان بے چاروں کی اصل پریشانی کیا ہے؟ کہ وہ کھل کر سودے بازی نہیں کر پا رہے لیکن اس بندش کے باوجود ڈی سی صاحب کے ارد گرد بیٹھے ہوئے ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو چھٹی تک بندھی ٹکی آمدنی کا انتظام کئے بغیر اٹھ جائیں؟ ان لوگوں نے قسم کھا رکھی ہے کہ وہ اپنا کوٹہ پورا کر کے اپنی کرسی سے اٹھیں گے۔

سفارش میں یہی حال سفارشی لوگوں کا ہے اوپر سے کچھ کچھ ہدایات یہ ہیں کہ ہمارے لاڈلوں کی بات ٹالی نہ جائے ان کی ناز برداریاں کی جائیں وہ جو بھی سفارش کریں مان لی جائے اب اوپر کے حکم کے ڈپٹی کمشنر یقیناً پابند ہوتے ہیں لیکن معلوم نہیں ہو سکا کہ ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی ایسی صورت میں کیا کرتے ہوں گے یہ "سیاسی" لوگ تعمیری کام تو کرتے نہیں صرف وعدے کرتے ہیں اور یا پھر سفارشیں کرتے ہیں نوکری کی ایک سیٹ ہو گی یا کسی ماسٹر کے تبادلے کے لئے ایک اسامی ہو گی تو یہ دس درخواستوں پر اپنا انگوٹھا لگا کر متعلقہ افسر کو بھیج دیں گے اس کے لئے وہ افسر صاحب کس قاعدہ کلیہ پر عمل کرتے ہیں اس سلسلے میں ہماری معلومات ناقص ہیں۔

لیکن ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی نے ایک حیران کن حکم دے کر ایک بات واضح کر دی کہ ان کے نزدیک [illegible] پروری کوئی معنے نہیں رکھتی اور اس دور میں جب [illegible] کچھ اسی نقطے کے گرد گھوم رہا ہو اس کے خلاف فیصلہ [illegible] کے سب کو، اس نظریئے کے حامی اور مخالفین دونوں [illegible] حیرت میں ڈال دیا کہ اس دور میں جب کہ سب [illegible] کنبہ پروری ہے ضلعی منتظم کب تک اپنی ذمہ داری [illegible] بحسن و خوبی نبھاتا رہے گا اگرچہ سیاسی لوگ [illegible] افسر صاحبان اس طرح کے فیصلے پسند نہیں کرتے [illegible] اس کے باوجود عوام الناس کی کثیر تعداد ڈاکٹر صاحب کے اس فیصلے سے بہت خوش ہے ان کی عوامی مقبولیت [illegible] گراف مزید بڑھ گیا ہے لوگ دعائیں مانگتے ہیں کہ [illegible] صاحب کو اللہ تعالٰی ان کی جرأت و استقامت [illegible] اضافہ کرے تاکہ وہ غلط کار راشی افسروں کو بھی [illegible] عبرت دے سکیں ناجائز سفارش کرنے والے سیاست[illegible] کو بھی ان کے آئینے میں ان کی شکل دکھا سکیں۔

ڈاکٹر صاحب صرف بیورو کریٹ نہیں بلکہ فقہ [illegible] اعلٰی ترین ڈگری بھی ان کے پاس ہے طبعاً متنوع طبیعت کے حامل ہیں نرم بھی ہیں اور سخت گیر بھی [illegible] طبیعت کا یہ تضاد ان کی ذات کے لئے بہت بھاری ہے اس سے سرخرو ہو کر نکلنا ان کا اہم ترین مرحلہ [illegible] ہم عوام کے ساتھ مل کر ان کے حق میں دعا گو ہیں کہ [illegible] اسلامی روایات کے عملی تقاضوں کے مطابق کامیاب ہو کر ایک روایت قائم کر جائیں جو ان کے پیچھے آنے والوں کے لئے مثال قائم رہے۔

رُوداد چمن

کراچی میں

پنجابی کا مسئلہ

تحریر ڈاکٹر یوسف سلیم
چیف آرگنائزر پی پی آئی۔

مملکت خداداد میں پنجاب کی سرزمین سے باہر پنجابی کو کس نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اس کا اندازہ وہ لوگ نہیں لگا سکتے جو پنجاب کی سرزمین پر رہتے ہیں اس کا اندازہ صرف وہ لوگ کر سکتے ہیں جو دوسرے صوبوں میں رہتے ہیں خصوصاً آج کل کراچی میں پنجابیوں کے جو حالات ابتر ہو چکے ہیں اس کا جائزہ ڈاکٹر یوسف سلیم چیف آرگنائزر پی پی آئی نے اپنے انداز میں لیا ہے اس موضوع پر لکھنے والے حضرات کے لئے پریم ساگر کے صفحات حاضر ہیں ڈاکٹر صاحب نے پس منظر میں جا کر کراچی کا جو نقشہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے اسے کراچی میں رہنے والے ہی جان سکتے ہیں۔

مصور پاکستان حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ نے کہا تھا کہ

ہر ملک ملک ماست، کہ ملک خدائے ماست

یہ ایک آفاقی تصور تھا جو اسلامی نظریہ حیات کی ترجمانی بھی کرتا ہے لیکن اے کاش! حضرت علامہ اس سرزمین پر بسنے والے مسلمانوں کا حشر دیکھتے جس کا خاکہ انہوں نے تیار کیا تھا جس مسلمان کو وہ آفاقی تصور کرتے تھے وہ مسلمان اسقدر تنگ نظر اور متعصب کیوں ہو گیا وہ اپنے مسلمان بھائی کا گلا صرف اس لئے کاٹنا چاہتے ہیں کہ وہ اس پاک سرزمین پر تلاش معاش کے لئے ایک جگہ سے دوسری کیوں آ گیا؟ کیا یہ فکر گویا زندگی اپنا جینا اس میں تصور کرتے ہیں کہ وہ دوسرے کا گریبان چاک کر کے اس کو اس خطہ سے نکال باہر کریں؟ وہ مسلمان جو ایثار کا پیکر تھا کیوں دوسرے مسلمان کا خون پی کر اپنی زندگی اور بقا سمجھنے لگا۔

کراچی کے پس پردہ حالات کو سامنے لانے کے لئے ابھی کچھ وقت درکار ہے لیکن جن پردہ نشینوں کی کارگزاریاں سامنے آئی ہیں دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ اسلام کے شیدائی کیوں اسلام کا نام لے کر اپنے مسلمان بھائی کا گلا کاٹنے لگے۔

اس سے پہلے کہ ہم موجودہ چند عشروں کی صورتحال پر نظر ڈالیں ذرا پیچھے چل کر وہ تفصیلات بیان کریں جو ہم سب کے سامنے ہیں۔

پاکستان بننے کے بعد دارالحکومت کراچی قرار پایا، پاکستان کی واحد بندرگاہ ہونے کی بنا پر کاروباری مراکز بھی یہاں قائم ہوئے تمام ملکی و غیر ملکی تجارتی کمپنیوں کا مرکز بھی یہی شہر ہے۔ گویا کہ ذریعہ معاش کے تمام وسائل اسی شہر میں مرتکز کر دیئے گئے۔

ایک طرف پاکستان بھر کے کاروباری لوگوں کا رخ اسی طرف تھا تو دوسری طرف محنت، مزدوری کرنے والوں کا سیل رواں اسی طرف آ رہا تھا اور یہی حالات کا تقاضا بھی تھا پاکستان کے کونے کونے سے لوگ یہاں آ کر آباد ہونے لگے ایک طرف فیکٹریوں اور کارخانوں کی حیات تازہ ان نو وارد افراد کے خون گرم سے ملنے لگی تو دوسری طرف اونچی اونچی عمارات ان کے عزم بلند کا روپ دھار گئے اس طرح یہ شہر ایک طرف بلند و بالا ہوتا گیا تو دوسری طرف آبادیاں گنجان ہونے لگیں جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ پاکستان کے ہر کونے سے لوگ تلاش معاش



صاحب مضمون

میں لوگ یہاں پہنچ رہے تھے ادھر اس شہر کی رونق کے پیچھے سرحد عبور کر کے سرحد کے اس پار رہنے والوں کی آنکھوں میں چمک پیدا کر رہے تھے چنانچہ یہاں سے بھی سرحد عبور کر کے ہجرت کرنے والوں میں اضافہ ہونے لگا اس طرح اس شہر کی آبادی ہزاروں سے لاکھوں میں تبدیل ہونے لگی۔

پاکستان کے اندرونی حالات کچھ اس طرح کے تھے کہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے مترادف ہو چلا تھا اس اندھیر نگری میں معاشی ابتری میں بھی اضافہ ہونے لگا معاشی ابتری کے دور میں اچھے اور برے روزگار یا کم یا زیادہ آمدنی کا تصور نہیں ہوتا بلکہ یہ ہوتا ہے کہ روزگار ملنا چاہیئے جہاں زندہ رہنے کا مسئلہ ہو وہاں حسب توفیق اور حسب استطاعت اپنے اپنے شعبہ جات میں محنت و جفاکشی کے جوہر رکھتے ہیں سرحد اور پنجاب کے جنگجویانہ رکھنے والے وردی پوشوں میں زیادہ تر شامل ہوئے یہ ان کے مزاج اور ان کی آب و ہوا کا تقاضا تھا اسی طرح زندگی کے ان شعبوں کا رخ کرتے جو محنت اور جفاکشی سے تعلق رکھتے تھے جو لوگ تعلیمی میدان میں آ کر کچھ امتحان پاس کر گئے وہ بھی کلرکی سے زیادہ آگے نہ بڑھ سکے قصہ مختصر یہ کہ محدود آمدنی والی ملازمتیں انہیں کے حصہ میں آئیں چنانچہ اس لاکھوں کی آبادی میں اعلےٰ ملازمتوں کے فائز بہت کم لوگ نظر آئیں گے۔

اس کے برعکس اعلیٰ ملازمتوں کے اعلیٰ عہدوں پر فائز اعلےٰ تعلیم یافتہ لوگ تھے یعنی علیگڑھ، جامع عثمانیہ اور جامع ملیہ کے فارغ التحصیل وغیرہ، ہر شعبہ حیات میں کنبہ پروری ایک نمایاں خصوصیت بن چکی تھی چنانچہ فوج والوں نے اپنی برادری کے لوگوں کو فوج میں بھرتی کیا اور پولیس والوں نے اپنے آدمی پولیس میں بھرتی کئے اور اعلےٰ "تعلیم یافتہ" لوگوں نے دفتروں میں صاحب لوگوں کی اپنی برادری کا جمع کرنی شروع کی یہ ایک سلسلہ تھا جو سالہا سال چلتا رہا اور طبقاتی کشمکش ایک دوسرے کے خلاف اندر ہی اندر پکتی رہی اس پر جلتی کا کام ہر تازہ دم مارشل لاء نے کیا، مارشل لاء اگرچہ پنجابی کی خواہش پر نہ تھا اس میں ہر علاقے اور ہر صوبے کے وڈیرے کی خواہشات کا عکس تو دیکھا جا سکتا تھا مگر محنت اور مزدوری کرنے والے کا مفاد اور خواہش کا کوئی دخل نہ تھا لیکن اس کے ردعمل میں غیر پنجابیوں کے نظروں میں ہر پنجابی قابل نفرت سمجھا جانے لگا کراچی چونکہ تمام قوموں اور تمام علاقوں کے لوگوں کا ایک مرکز ہے جہاں پر کوئی

دوسرے کو اپنی محرومیوں کا ذمہ دار ٹھہرانے لگا نتیجتاً تمام طبقات میں جیسے جیسے احساس محرومی بڑھتا گیا اور نفرت کا لاوہ ایک دوسرے کے خلاف پگھلتا گیا۔

کراچی میں صرف پنجاب یا سرحد کے لوگ مزدوری کے لئے جمع نہیں ہو رہے تھے بلکہ ہندوستان کی سرحد پار کر کے لوگ آرہے تھے یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ پاکستان کے دوسرے علاقوں سے کراچی پہنچنے والے تو اچھوت سمجھے جارہے تھے جب کہ ہندوستان سے آنے والے چند دنوں کے مہمان خود کو اس سرزمین کا وارث سمجھنے لگے اور پنجابی، پٹھانوں کو نفرت اور حقارت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا کہ یہ یہاں کیوں آگئے یا کیوں آرہے ہیں اور وہ لوگ جو ابھی اس سرزمین پر آنے کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں یعنی بہاری وہ تو پاکستان کے محب وطن

ایم کیو ایم کو دیر سے ہوش آیا کہ دراصل پنجابی پٹھان کے اس کو دوستی کرنی چاہیئے اس طرح نئی پالیسی مرتب ہو کر منظر عام پر آئی اور پنجابیوں سے بھائی چارے کی باتیں ہونے لگیں۔

بتائے جارہے ہیں لیکن پنجابیوں اور پٹھانوں کو اس سرزمین سے نکال کر دم دلا لینے والوں نے یہ کبھی نہیں سوچا کہ جو کام پنجابی اور پٹھان کر رہے ہیں وہ ان کے کرنے کا نہیں وہ صرف پنجابی اور پٹھان ہی کر سکتے ہیں صاف ظاہر ہے سیمنٹ کے بلاک کوئی مہاجر نہیں اٹھائے گا اور کوئی مہاجر جوتے پالش نہیں کرے گا اور نہ ہی رکشہ چلائے گا پھر ان کو اپنا حریف سمجھ کر ان کے خلاف نفرت کا سبب کیا ہے؟ یہی بات قابل توجہ ہے اور اسی پر ہم کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

زیر زمین لاوہ عرصے سے پک رہا تھا لیکن سہراب گوٹھ کا واقع اس لاوہ کے بہہ نکلنے کا پہلا سوراخ تھا اس موقع پر جو نعرہ بازی کی گئی تھی۔ وہ ریکارڈ پر موجود ہے۔

"مہاجر سندھی بھائی بھائی
یہ دھوتی لنوار کہاں سے آئی"

کیا یہ نعرہ ایک سازش ایک پروگرام نہیں تھا؟ اور پھر یہ جلوس حیدرآباد میں جس پروگرام کے تحت جا رہا تھا وہ کن تنظیموں کے تحت کام کر رہا تھا یہ بھی ریکارڈ پر موجود ہے رد عمل میں جو کچھ ہوا شاید اس کے متعلق ان تنظیموں اور اس سازش کو نہ تھا لیکن

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ مہاجر اور سندھی ایک دوسرے سے جو منافقانہ طرز عمل اپنا رہے تھے۔ فوراً وہ سامنے ہو گیا پروگرام یہ تھا کہ سندھی پہلے مہاجر کو ساتھ ملا کر پنجابی، پٹھان کو یہاں سے نکالے اور پھر سندھی کو مہاجروں سے نمٹنا آسان ہو جائے گا کچھ اسی طرح مہاجر سوچ رہا تھا کہ پہلے سندھی کے ساتھ مل کر پنجابی، پٹھان سے نمٹا جائے پھر پاکستان کی پانچویں قوم اپنا وجود تسلیم کرانے میں کامیاب ہو جائے گی اسطرح کراچی کو الگ صوبہ بنانا آسان ہو جائے گا مہاجر کی یہ خواہش عرصے سے کروٹیں لیتی چلی آرہی ہے لیکن اس راہ میں فوج اور کراچی پولیس سب سے بڑی رکاوٹ تھی لہٰذا پہلے دونوں کے خلاف پنجابی کے حوالے سے نفرت کا لاوہ چھوڑا گیا جس کا شکار کراچی میں رہنے والے تمام مزدوروں کو بنایا گیا جن مہاجر آبادیوں میں پنجابی پٹھان آباد تھے ان کے ساتھ جو کچھ ہوا ہلاکو خان کی بربریت بھی اس سے منہ ڈھانپنے لگی یہ مشن ناکام ہو گیا

سندھی فوراً سنبھل گیا اور سمجھ گیا کہ مہاجر کیا چاہتا ہے اور سندھی رہنماؤں نے بروقت آپس میں سمجھوتہ کر لیا کہ وہ پنجابی کے ساتھ ہر صورت میں رہنا ہو گا لہٰذا اس کو اپنا دشمن نہ سمجھا جائے جبکہ ان کا اصل دشمن تو وہ ہے جو ان کی سرزمین کو ہتھیانا چاہتا ہے لہٰذا اس کی دوستی آج جس طرح زہر آلود ہے اسی طرح کل بھی زہر سے کم نہ ہو گی اس سمجھوتے کے بعد سندھی قوم نے اپنی کلاشن کوفوں کا رخ مہاجر آبادیوں کی طرف کر لیا سندھیوں کی مسلسل یلغار کے بعد مہاجر کو ہوش آیا کہ دراصل پنجابی، پٹھان کے ساتھ اس کو دوستی کرنی چاہیئے اس طرح ایم کیو ایم کی نئی پالیسی مرتب ہو کر منظر عام پر آئی اور پنجابیوں سے بھائی چارے کی باتیں ہونے لگیں نواز شریف کا حالیہ دورہ کراچی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی اگرچہ نواز شریف کے دوسرے مقاصد بھی تھے لیکن ایم۔کیو۔ایم کا اسی مقصد کو حاصل کرنے کا ایک طرز عمل تھا جس میں دونوں کو ناکامی ہوئی۔

صراحی

رابندر ناتھ ٹیگور میز پر جھکے بڑے انہماک سے کچھ لکھ رہے تھے۔ انہیں اس حالت میں دیکھ کر ان کا ایک دوست بولا آپ کو اتنی تکلیف وہ حالت میں بیٹھا دیکھ کر سوچ رہا ہوں کہ آپ کے لئے ایسی کرسی اور میز لا دوں جس سے آپ کو بیٹھنے اور لکھنے میں آسانی ہو کیونکہ آج کل بازار میں ایسی آرام دہ کرسیاں اور میزیں دستیاب ہیں آپ کو اس تکلیف کے ساتھ کام کرتا دیکھ کر افسوس ہو رہا ہے۔

رابندر ناتھ ٹیگور اس کی بات سن کر مسکرائے اور بولے دراصل صراحی میں پانی کم ہو گیا ہے اس لئے اس کو جھکانا ضروری ہو گیا۔

چکوال ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی ابوجہاد کانفرنس کی نمایاں خصوصیات

رپورٹ ملک فداء الرحمن

پچھلے دنوں اسلام آباد کے فائیو اسٹار ہوٹل "ہالیڈے ان" میں ایک نہایت پر ہجوم تقریب ہوئی جس میں مختلف طبقے کے لوگوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اس تقریب کی سب سے بڑی اور اہم بات یہ تھی کہ پاکستان کی بڑی سیاسی پارٹی کے لوگوں نے شرکت کی صرف شرکت ہی نہیں بلکہ نہایت ہی شاندار الفاظ میں ابوجہاد کو خراج تحسین بھی پیش کیا پاکستان میں موجودہ سیاست کی دو بڑی اور اہم پارٹیوں یعنی پاکستان پیپلز پارٹی اور آئی جے آئی کے قائدین نے شرکت کی سٹیج پر ان لوگوں کو اکٹھا بیٹھا دیکھ کر اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا کیوں کہ ہمارے ہاں تو رواج ہے کہ اگر ایک گروپ حج یا عمرے پر جا رہا ہو تو دوسری پارٹی کی سیٹیں بھی اگر اسی جہاز میں ہوں تو وہ اپنا پروگرام ملتوی کر دیتے ہیں اور دونوں پارٹیاں اکٹھا حج پر جانا بھی گوارہ نہیں کرتیں لیکن ابوجہاد کی پہلی برسی پر یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ ایسا کرنے والے صرف چند تنگ نظر لوگ ہیں ورنہ اسلام کے لئے اور خصوصاً فلسطین کے لئے تو ہر پاکستانی اور ہر سیاست دان کا موقف ظاہر ہے کہ اٹل ہے اس میں کوئی لچک نہیں ہے ابوجہاد کی پہلی برسی چکوال ایسوسی ایشن کے صدر ظفر بختیاروی کی صدارت میں منائی گئی ظفر بختیاروی نے ہی ابوجہاد ریفرنس بھی اسلام آباد میں کرائی تھی اس وقت بھی مختلف لوگوں نے شرکت کی تھی پہلی برسی کرانے والوں میں چکوال ایسوسی ایشن کے کارکن اور عہدے دار ہی سب سے زیادہ سرگرم تھے مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آج سے ایک سال پہلے اسی ہوٹل میں مولانا کوثر نیازی کی کتاب کی تقریب رونمائی کے دوران آخر جو انہوں نے کہا تھا کہ ظفر بختیاروی اسلام آباد کے سب سے بڑے مجمع باز ہیں یہ حقیقت ایک بار پھر سامنے آئی کہ اس قدر گرمی کے باوجود دور دراز سے آکر لوگوں نے اس میں شرکت کی سٹیج پر بیٹھے ہوئے لوگوں میں چکوال ایسوسی ایشن کے صدر درمیان میں تھے ان کے دائیں طرف پاکستان پیپلز پارٹی کی نامور خاتون (جن کو اپنی پارٹی میں مجاہدہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے) فوزیہ حبیب تشریف فرما تھیں اور بائیں جانب حنیف رامے آئی جے آئی کے دراز قد لیڈر تشریف رکھے ہوئے تھے ان کے علاوہ محمد اصغر خان، جماعت اسلامی کے لیڈر اور دوسری تمام بڑی پارٹیوں کے لیڈر بھی آئے ہوئے تھے اتنے بڑے ہجوم کو دیکھ کر دو باتیں سامنے آتی تھیں کہ پاکستانی فلسطین کے مسئلے پر یک جان ہیں اور سب ایک دوسرے کے خیالات کی تائید کرتے ہیں لیکن اس میں ایک کریڈٹ ظفر بختیاروی کو بھی جاتا ہے کہ جنہوں نے مختلف سیاسی جماعتوں کے لوگوں کو ایک جگہ جمع کیا وہ خود بھی ابوجہاد سے عشق کی حد تک عقیدت رکھتے ہیں مجھے ان کے گھر جانے کا بھی اتفاق ہوا تو ان کے ہر کمرے میں ابوجہاد کی قد آدم تصویر اس عقیدت اور محبت کا ثبوت تھی جس کا وہ ابوجہاد سے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں میں نے اپنے ایک صحافی دوست سے سوال کیا کہ ابوجہاد ریفرنس اور پہلی برسی میں ایک بات تو مشترک ہے اور ایک بات الگ ہے مشترک بات تو یہ ہے کہ ریفرنس اور برسی میں لوگوں کی تعداد توقع سے بھی زیادہ تھی بلکہ اپنے پاکستانی کسی لیڈر کا ریفرنس ہو تو شاید اتنے لوگوں اور اتنی زیادہ سیاسی پارٹیوں کے لیڈر جمع نہ ہوں ابوجہاد کے لئے دونوں دفعہ لوگ جوق در جوق آئے جو بات ریفرنس اور برسی میں الگ ہے وہ یہ کہ ریفرنس میں صرف اپوزیشن کے لیڈر آئے ہوئے تھے جب کہ پہلی برسی میں حزب اقتدار اور حزب اختلاف دونوں آئے ہوئے ہیں تو میرے وہ صحافی دوست مسکرا کر مجھے جواب دینے لگے کہ جب ریفرنس ہوا تھا اس وقت پاکستان کا ہر شہری اپوزیشن میں تھا صرف ایک شخص برسر اقتدار تھا آج جو برسی منائی جا رہی ہے اس میں ہر شخص اور ہر پارٹی کسی نہ کسی طرح اقتدار میں ہے پیپلز پارٹی بھی اقتدار میں ہے اسلامی جمہوری اتحاد بھی اقتدار میں ہے آزاد ممبران بھی اقتدار میں ہیں اگر ایک اسمبلی میں پاکستان پیپلز پارٹی اقتدار میں ہے تو دوسری اسمبلی میں پیپلز پارٹی اپوزیشن میں بیٹھی ہوئی ہے اسی طرح اگر اسلامی جمہوری اتحاد اگر ایک اسمبلی میں اقتدار میں ہے تو دوسری اسمبلی میں اپوزیشن میں ہے بلکہ یہی پوزیشن ہر پارٹی کے ساتھ ہے اس لئے اس برسی پر اکٹھے ہونے والے تمام سیاسی لوگ اقتدار میں بھی تھے اور اپوزیشن میں بھی اپنے دوست کی ساری بات سن کر مجھے اس سے اتفاق کرنا پڑا کیوں کہ حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا اپنے ملک کے سیاسی قائدین کے علاوہ مختلف سفارت کاروں کی شمولیت بھی اس تقریب کی نمایاں خصوصیت تھی جن سفارت کاروں کو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں ان کا میں ذکر کر رہا ہوں ہنگری، چیکوسلواکیہ، تیونس، مصر اور دیگر سفارت کاروں نے اس تقریب کو اپنی تقریب سمجھا بلکہ بعض سفارت کار تو میزبان کی طرح ہر شریک محفل سے پیش آرہے تھے انگلش میں تقریر کرنے والے مقررین کی باتیں سن کر سفارت کاروں کے چہرے ان کے جذبات کا اظہار کر رہے تھے مقررین میں سے اردو میں حنیف رامے اور انگلش میں بہت ہی جذباتی الفاظ میں مس فوزیہ حبیب ایم پی اے نے اظہار خیال کیا بلکہ تقریب کے اختتام پر فوزیہ حبیب کو جلدی کہیں جانا تھا لیکن تقریباً تمام غیر ملکی ان کی انگلش تقریر سے متاثر ہو کر ان کے پاس جمع ہو کر ان کے اتنے اچھے خیالات پر شکریہ ادا کر رہے تھے اور فرداً فرداً در ہر انگلش سپیکنگ" نے فوزیہ حبیب کو اپنا تعارف کرانے کے بعد ان کی تقریر کی تعریف کی پیپلز پارٹی کے جنرل سیکریٹری شیخ رفیق کچھ لیٹ ہو گئے کیوں کہ وہ کسی ضروری کام کی غرض سے کراچی چلے گئے تھے لیکن انہوں نے وہاں پہنچتے ہی دوسرے دوستوں سے معذرت کر لی اور لیٹ آنے کی وجہ بتا کر غلط فہمی دور کر دی۔

میں ایک دفعہ پھر ابوجہاد کا ذکر کرتا ہوں کہ جس کی محبت میں مجھ جیسے گنہگاروں کو سیاسی پارٹیوں کے مخالف قائدین ایک جگہ اور ایک دوسرے سے مسکرا کر باتیں کرتے نظر آتے ہیں ورنہ یہ چیز پاکستان میں بالکل نایاب ہے آخر میں میں اپنی طرف سے ایک شعر کے ساتھ ابوجہاد کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

مرتبہ تجھ کو شہادت کا ملا تجھ پہ سلام
بھیجتا ہے عرش اعظم سے خدا تجھ پر سلام



ذکیہ عباس

ہم حضرت انسان کو آدم کی اولاد مانیں یا بندر کی ارتقائی شکل سمجھیں، بہر حال اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انسان کے لئے زندہ رہنا اور اپنے وجود کو برقرار رکھنا ہی سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سلسلہ میں اسے سب سے پہلے پیٹ کی بھوک اور فطرت کے بے رحم عناصر پر قابو پانا تھا۔ اسے جب پھل، پھول، پتے، کیڑے، مکوڑے چھوٹے موٹے پرند و چرند، جڑی بوٹیاں مل جاتیں تو روزی ورنہ روزہ ہو جاتا۔ جسکے تسلسل سے بچنے کے لئے انسان، انسان کا ہی شکار کر لیتا۔ مگر ساتھ ساتھ، انسان کی خود غرضی خود اسکے اپنے وجود کے لئے بھی نقصان دہ ہی تھی۔ کیونکہ اس طرح ایک شکاری انسان کسی دوسرے شکاری انسان کا بھی شکار بن جاتا تھا۔ چنانچہ انسان کی اسی خود غرضی نے اسے یہ سبق دیا کہ وہ ایک دوسرے کے وجود کا احترام کرے۔ اس طرح خود غرض انسان نے اپنی خود غرضی کی حدیں متعین کیں اور مردم خوری کا خاتمہ ہوا۔

اب انسان کے سامنے بحیثیت مجموعی اپنے وجود کو برقرار رکھنے کا مسئلہ تھا۔ کیونکہ خونخوار درندے اسے اپنے منہ کا نوالہ بنا لیتے۔ موسم سرما کی یخ بستہ ہوائیں اسے منجمد کر ڈالتیں، موسم گرما کی آتشیں لو اسے جھلس کر رکھ دیتی زور و شور سے بہتا ہوا پانی اسے بہا کر لے جاتا انسان جہد البقا میں مصروف ہو گیا۔ فطرت کے مختلف مظاہر اس کی جان کے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ مگر اس نے ہار نہیں مانی۔ اس نے پانی کے تیز و تند بہاؤ سے بچنے کے لئے پہاڑوں کی بلندی اور قد آور درختوں کے تنے استعمال کئے، سردی کو زائل کرنے کے لئے آگ ایجاد کی، گرمی سے محفوظ رہنے کے لئے برف اور پانی کا سہارا لیا، خونخوار درندوں کو گہرے گڑھے کھود کر نوکیلے پتھر مار کر اور آتشیں شعلوں میں گھیر کر موت کے منہ میں جھونک دیا اس نے یہ بات سچ کر دکھائی کہ انسان کو نیست و نابود تو کیا جا سکتا ہے مگر اسے شکست نہیں دی جا سکتی اس نے جہد البقا میں کامیابی و کامرانی حاصل کر ہی لی۔

یوں تو جسمانی طور پر انسان انتہائی محدود ہے مگر اسکی ضروریات زندگی لامحدود ہیں اور وہ بذات خود ان ضرورتوں کو پورا نہیں کر سکتا۔ انسان فطرتاً خود غرض ہے۔ اسلئے وہ اس بات پر مجبور ہے کہ دوسرے کی غرض پوری کرے تاکہ پھر دوسرے سے اپنی غرض پوری کروا سکے۔ لامحالہ انسان نے اپنے ہی جیسے دوسرے انسانوں سے تعلقات قائم کئے اور "سماجی حیوان" بنا۔ ان تعلقات کی وجہ سے انسانی معاشرہ کی تشکیل ہوئی اور انسان نے اجتماعی طرز معاشرت کی طرف قدم بڑھایا۔ وہ ملکر شکار کرتا، ملکر پیٹ بھرتا ملکر ہی اپنی اپنی ضرورتیں پوری کر لیتا۔ ایک چیز سے دوسری چیز بدل لیتا۔ یہ ضرور ہے کہ وہ پسماندہ اور جاہل تھا مگر ایک دوسرے کا ہمدرد و غمگسار تھا۔ ہر معاملے میں شریک و معاون تھا۔ یہ صحیح ہے کہ وہ کمزور اور غیر منظم تھا۔ مگر دوسرے کمزور کی مدد کے لئے پہنچتا تھا۔ مختصر یہ کہ انسانی معاشرہ اپنی ابتدائی تنظیم و ترتیب کے مرحلے میں تھا۔ جس میں سارے انسان ہر طرح مساوی اور برابر تھے۔ ان میں باہمی طور پر کوئی اونچ نیچ اور فرق نہ تھا فطرت کے بے بہا خزانوں میں سب ہی برابر کے حصہ دار تھے پھولوں کی خوشبو اور پھلوں کے ذائقے سے کوئی محروم نہ تھا سوندھی سوندھی مٹی کسی ایک کی

نہ تھی۔ زمین کسی کی ملکیت نہ تھی۔ جنگلات پر کسی کا ٹھیکہ نہ تھا۔ مویشیوں پر کسی کا اجارہ نہ تھا۔ سمندر کسی کی میراث نہ تھے آمد و رفت پر کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ کسی قسم کی منافرت نہ تھی۔ انسان، "تقسیم" کے مفہوم سے قطعی ناآشنا تھا۔ وہ بالکل مست و مگن تھا۔ دیواروں پر تصویریں بناتا۔ رنگ برنگ کے شیشوں کو دیکھ دیکھ کر خوشی سے پھولا نہ سماتا۔ مور کے حسین پروں کا تاج پہنتا اور اس کائنات پر بلا شرکت غیرے حکمرانی کرتا۔

نہ معلوم کون بدبخت اور انسان دشمن تھا کہ اس نے اپنی خود غرضی کی حدیں ختم کر دیں اور آگے بڑھ کر کہنے لگا "یہ چیز میری ہے" ایک اور خود غرض آگے بڑھا [illegible] پر لکیریں کھینچیں اور کہنے لگا "یہ زمین میری ہے" اب تو ہر چیز کے بارے میں ملکیت کے سوالات ابھرے اور "جس کی لاٹھی اسکی بھینس" کے منفی اصول کو ماننے والے چند خود غرضوں نے "ہماری" اور "اجتماعی" کے بجائے "میری" اور "ذاتی" کہہ کہہ کر اکائی کو دوئی سے، محبت کو نفرت سے، انسانی کوشش کو طبقاتی کشمکش سے، اور انسانیت کو حیوانیت سے بدل دیا اور خلوص، ہمدردی و یکجہتی کی بجائے، حسد، جلن، اور پھوٹ کے بیج بو دیئے۔ حالانکہ سب ہی انسانوں کا لہو لال، اور آنسو نمکین ہیں۔ مگر ایک غلام بن گیا اور ایک آقا۔ حالانکہ زمین پر سب ہی پیدا ہوتے رہتے اور مرتے ہیں مگر ایک کسان بن گیا اور ایک جاگیر دار، حالانکہ سارے محنت کش اپنے جادو بھرے ہاتھوں سے کچے مال کو وہ قوت بخشتے ہیں کہ منڈی میں جا کر اس کے منہ بولے دام لگیں۔ مگر محنت کرنے والوں کی جیبیں خالی ہیں اور نکموں دکانوں کی دولت سے بنک بھرے ہوئے ہیں حالانکہ سب ہی ملکر قوم بنتے ہیں، مگر غریب تو قوم کے لئے قربانی کا بکرا بنیں اور امیر زندگی کا رس چوسیں، ساری چیزیں سب ہی ملکر تیار کرتے ہیں لاتے اور لے جاتے ہیں مگر قبضہ میں صرف اسکے ہے جو کچھ بھی نہیں کرتا۔ سہ

خوب انصاف تیری انجمن ناز میں ہے
شمع کا رنگ جمے خون ہو پروانے کا —— !

غرضیکہ زمین، پانی اور فضا ہی نہیں بلکہ ان سے تعلق رکھنے والی تمام پیداوار صرف ایک فرد، یا صرف ایک قبیلہ، یا صرف ایک قوم، یا صرف ایک طبقے کے ہاتھ میں چلی گئی ہے اور ساری نوع انسانی ان تمام ذرائع و وسائل سے قطعی طور پر محروم کر دی گئی ہے، جو پیداوار اور سکوں سے ذرہ برابر بھی تعلق رکھتے ہیں نتیجہ ظاہر ہے کہ انسانی خون اور پسینہ نقرئی اور طلائی سکوں میں ڈھل کر رہ جاتا ہے اور جادو کے ان چراغوں سے صرف چند ہی محلوں میں اجالا ہوتا ہے اور باقی ساری دنیا میں، گھٹا ٹوپ اندھیارا رہتا ہے۔ ذرا سوچئے تو سہی کہ محنت کا عمل تو اجتماعی ہو، مگر محنت کا پھل صرف ذاتی ہو، پیداوار تو سماجی ہو اور ملکیت انفرادی ہو، یہ گھناؤنا معاشی قانون، انسانی تاریخ کا بدترین المیہ ہے۔ اس سے بدتر تصور تو شیطانی ذہن میں بھی نہیں [illegible] ہے

ساقی کی یہ ناانصافی ہم سے نہیں دیکھی جاتی
پیالہ خالی ہے کسی کا جام کوئی چھلکاتا ہے

اردو کے مشہور رومانی ادیب اے حمید نے لکھا ہے کہ۔

"یہاں دن کو ہزاروں کے ہجوم میں اخلاقیات کی تبلیغ کرنے والے رات کے اندھیرے میں معصوم عصمتوں پر ڈاکے ڈالتے ہیں، یہاں [illegible] کے رشگوفوں پر بیٹھنے والی مکھیاں دور کر کے گندگی پر منہ مارنے لگتی ہیں، یہاں دھوپ میں چٹانوں کی سختی اور پہاڑوں کی عظمت پر تقریریں کرنے والے رات کی تاریکی میں موم کی —— طرح پگھل جاتے ہیں، یہاں خوبصورت لباس بیچنے والوں کے جسم ننگے ہوتے ہیں اور عطر بیچنے والوں کے کپڑوں سے بو اٹھتی ہے۔ یہاں ملتان اور غزنی کے شہروں میں تمباکو باندھ کر فروخت کیا جاتا ہے یہاں نیکی کرنے والوں کو دریا میں ڈال دیا جاتا ہے، یہاں محبت جعلی خطوط سے شروع ہوتی ہے اور ناجائز بچے پر پہنچ کر ضائع ہو جاتی ہے۔ یہاں لوگ آنکھوں سے سنتے اور کانوں سے دیکھتے ہیں، یہاں روشنی دھواں ہے اور اندھیرا چمکتا ہے۔ یہاں خاموشی بولتی ہے اور آوازیں چپ ہیں —— !" صرف یہی نہیں بلکہ غریب کا بچہ کتنا ہی ذہین کیوں نہ ہو وہ جھوٹے یتیم خانوں کی خاطر بھیک مانگنے کے لئے اپنی ذہانت بیچنے پر مجبور ہے۔ اور امیر کا بچہ کتنا ہی کند ذہن کیوں نہ ہو اس کے لئے ارسطو اور افلاطون کے ذہن خرید لئے جاتے ہیں —— یہاں غریب عورت کا بدن چاند سے زیادہ دلکش اور آب زم زم سے زیادہ پاک ہی کیوں نہ ہو، وہ کپڑے کی ایک دھجی کے لئے محتاج ہے، اور امیر عورت، اندھیری رات سے زیادہ بھیانک اور کوڑھی و جذامی سے زیادہ مدقوق ہی کیوں نہ ہو اس کے لئے اطلس، کمخواب اور زربفت کے تھان کھل جاتے ہیں، یہاں بڑی بڑی شاندار دکانوں میں دوائیوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے مگر غریب مریض ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتے ہیں، یہاں انسان محنت کر کے کمانا چاہتے ہیں مگر روزگار نہیں ملتا یہاں فنکار اپنے فن کا مظاہرہ کرنا چاہتے ہیں مگر مواقع نہیں ہیں، یہاں صحتمند مرد اور عورتیں اپنے جائز جنسی جذبات کی تسکین چاہتے ہیں۔ مگر ازدواجی زندگی گذارنے کے لئے سازگار مالی حالات نہیں ہیں۔ یہاں [illegible] علم، روٹی، کپڑا اور مکان سب ہی کچھ ہے مگر اس کے باوجود [illegible]

غریب، جاہل، بھوکا، ننگا اور بے گھر ہے اس سے بڑھ کر ظلم اور اندھیر بھلا کیا ہوگا؟

دل و نگاہ پہ کتنا گراں گزرتا ہے
کہ جام پیش نظر ہو، نظر ہو تشنہ جام

جہاں مادی اشیاء انسانی ضروریات کو پورا کرنے کے بجائے منافع کمانے کے لئے تیار کی جائیں۔ جہاں منافع کمانے کے لئے انسانی ضروریات سے کم یا زیادہ اشیاء تیار کی جائیں، جہاں منصوبہ بندی کی اس کمی کی وجہ سے قوت طلب سے کم ہونے کی صورت میں ان اشیاء کی ضرورت میں شدت پیدا کرنے کے لئے دوگنی، چوگنی قیمتیں وصول کی جائیں اور قوت طلب سے زیادہ تیار ہو جانے کی صورت میں قیمتیں کم کرنے کی بجائے مصنوعی قلت پیدا کرنے کی خاطر ان اشیاء کو دریا برد اور نذر آتش کر دیا جائے، جہاں عالمی منڈیوں کے حصول کی خاطر تیس سال کی مدت کے اندر اندر اس آبادی اور اس دنیا کو دو عالمی جنگوں میں جھونک کر تیسری عالمی جنگ کے ذریعہ نیست و نابود کرنے کے منصوبے بنائے جائیں وہاں ——
ہاں وہاں ایک بنیادی انقلاب کی ضرورت ہے۔ ایک دفعہ مشہور مزاحیہ اداکار چارلی چپلن نے مشہور سائنسدان آئین اسٹائن سے کہا تھا۔

"جانے اس دنیا کو کیا ہو گیا ہے؟ ہر ملک، ہر رنگ و نسل اور قوم کے لوگوں کی اکثریت فاقوں مر رہی ہے۔ جب یہ بھوک آسمانی نہیں تو پھر اس کا علاج کیوں نہیں ہوتا؟ ہماری یہ ترقی کتنی بے معنی اور فضول ہے کہ ہم اس بڑھتی ہوئی بھوک کو بھی نہیں مٹا سکتے ——" تو آئین اسٹائن نے اسے جواب دیا تھا کہ "تمہارے یہ جذبات قابل احترام ہیں، لیکن تم ایک کامیڈین ہو ماہر اقتصادیات نہیں ——!"

سمجھ میں نہیں آتا کہ آئین اسٹائن جیسا عظیم المرتبت منطق داں اس موضوع پر اس [illegible] ہی حقیقت سے کیونکر چشم پوشی کرنے کا گنہگار ہوا کہ جب تک اس دنیا سے بھوک، بیماری، جہالت، غریب الوطنی اور نا داری اور ناداری جیسے ظرافت اور مزاح دشمن حالات کا خاتمہ نہ ہوگا اس وقت تک نا چارلی چپلن جیسے عظیم کامیڈین کی ظرافت اور مزاح [illegible] ومسرت وشادمانی حاصل کرنا تو خیر دور کی بات ... خود آئین اسٹائن کے نظریۂ اضافیت اور ایٹمی تحقیقات کو نسل انسانی [illegible] ایٹم اور ہائیڈروجن بم بنا بنا کر منافع اور غرض کے بندے غلام [illegible] کی دلہن اور معصوم دیویوں کے ساتھ زنا بالجبر کرتے رہیں گے ۔ بھلا وہ انسان کیا ہنسے گا جس کی آنتیں بھوک کے مارے پیچ و تاب کھا رہی ہوں وہ انسان بھلا کیا مسکرائے گا جس کے کاندھوں پر منوں بوجھ لدا ہوا ہو، وہ انسان روحانی بالیدگی اور جسمانی تر و تازگی بھلا کس طرح محسوس کرے گا جس کا جسم و پیرہن ہی حد درجہ غلیظ و کثیف ہو۔

مفلسی حس لطافت کو مٹا دیتی ہے ——!
بھوک آداب کے سانچوں میں نہیں ڈھل سکتی

حالانکہ دنیا بھر کے بھلے آدمیوں نے عدم مساوات، ناانصافی اور محتاجی کو دور کرنے کیلئے ہر ممکن تعلیم و تلقین کی ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں نے "خوف خدا" سے ڈرایا ہے۔ نہ معلوم کتنی مرتبہ طوفان، زلزلہ آندھی، وبا اور دوسری تباہیوں کی شکل میں عذاب الہٰی نازل ہوا ہے مگر انسان کا خون چوسنے والوں کے کان پر جوں تک نہ رینگی انھوں نے خود غرضی کی ساری حدیں اور سارے معیار توڑ ڈالے اور تو اور خود مذہب اور خدا کی مخالفت سے بھی باز نہ آئے اور یہ مخالفت بھی ایک بالکل ہی نئی قسم کی مخالفت ہے یعنی بظاہر تو مذہب اور خدا کا اقرار۔ مگر بباطن اور عملاً مذہب اور خدا کا انکار —— انھوں نے خدا کی تعلیمات کو بھی اپنی نفسانی اور مادی خواہشات کے عین مطابق ڈھال لیا۔ مذہب کا یہ غیر مذہبی اور سرکاری استعمال، اتنا بڑھا اور اتنا پھیلا کہ ایک حساس فرانسیسی ادیب ستاں دال نے انتہائی سادگی اور سچائی کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ:-

"جابر حکمرانوں کے لئے جو خیال سب سے زیادہ کارآمد ہے وہ خدا ہی کا تصور ہے۔"

ممکن ہے کہ کچھ ذہنوں میں یہ بات نہ آئے مگر بات بالکل صحیح اور واضح ہے پھر بھی اس بات کی مزید وضاحت اور تشریح کیلئے مشہور جاسوسی مصنفہ اگاتھا کرسٹی کے دو کرداروں کے مندرجہ ذیل مکالمے ناموزوں نہ ہوں گے

پہلا کردار: "میرا مطلب یہ ہے کہ اس کام میں بھی خدا کی کچھ مصلحت ہی پوشیدہ ہے وہ دراصل ہمیں خامیوں سے آگاہ کرنا چاہتا ہے۔"

دوسرا کردار: "لیکن اگر ایسا ہی ہوتا تو خدا کوئی اور مناسب ذرائع تلاش کر سکتا تھا۔"

پہلا کردار: "خدا کے کام ہی نرالے ہیں۔"

دوسرا کردار: "نہیں یہ بات نہیں ہے۔ دراصل ہم لوگوں میں یہ غلط رجحان پیدا ہو گیا ہے کہ جب بھی کوئی برا واقعہ پیش آتا ہے تو ہم اسے خدا ہی کی جانب منسوب کر دیتے ہیں۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ یہ کام شیطان کا ہوتا ہے۔ خدا اپنے بندوں کو تکلیف دینا ہرگز پسند نہیں کرتا۔"

واقعی یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اس مہاجنی تہذیب نے "خدا" کو شیطان اور "شیطان" کو خدا بنا کے رکھ دیا ہے۔ یہ ہی نہیں بلکہ اس تہذیب کے علمبرداروں نے خدا کو بھی بازار ہی کی ایک جنس بنا کے رکھ دیا ہے۔ کیونکہ اس پاک، عظیم اور برترین تصور کی تجارت میں موجودہ تاجروں

گویا سب سے زیادہ منافع خوری ہے۔ دنیا کے سامنے یہی بات رہا اور علم مفکروں اور دانشوروں نے احترام انسانیت کا درس دیا ہے مگر جب ایسا کم جاریوں نے انسان کے خالق، خدا کو بھی بیچ ڈالا خدا ... اور انسان کو کچھ بھی چھوڑ دیتے۔ انھوں نے انسان کو بھی کا ہو ہی بیچ دیا۔ کون نہیں جانتا کہ پیغمبر اعظم محمد عربی نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ:

"مزدور کی محنت کا معاوضہ اس کا پسینہ خشک ہونے سے
پہلے ہی ادا کر دو"

مگر اس کے باوجود ایسے تمام نام نہاد گرو گھنٹالوں کی نظروں میں ... انسانی ... میں ہزاروں انسان گھر بار سے پروہی ہو رہی ہیں۔

"کسی کے کانوں میں ابن مریم یسوع مسیح کا یہ قول نہیں گونجا:
"ایک اونٹ کے لئے یہ بہت آسان ہے کہ وہ سوئی کے
ناکے سے پار ہو جائے۔ لیکن یہ بہت مشکل ہے کہ کوئی
سرمایہ دار بہشت میں داخل ہو"

مگر پھر بھی اس دنیا کو جہنم سے بدتر بنا دینے والے جان بل اور چچا سام، پونڈ اور ڈالروں کے مرتک میناروں کے سہارے جنت میں داخل ہونے کے متمنی ہیں۔ ان تمام باتوں سے صاف ظاہر ہے کہ ان ظالموں کے منہ کو حرام لگ گیا ہے۔ حالانکہ حضرت مسلی نے کہہ دیا تھا کہ:

"حرام مال کی تعمیر مٹ کے رہے گی"

مگر یہ اب بھی قائم ہے اور اس تعمیر کو تعبیر کرنے والے اس تعمیر کو ڈھانے والوں کو یہ کہتے ہیں کہ یہ عمل اور یہ سوچ تخریبی ہے، ان خیالات کے لوگ انسانی دشمن ہیں، یہ طبقاتی منافرت پھیلاتے ہیں، یہ اونچ نیچ پیدا کرتے ہیں، یہ امن و امان برباد کرتے ہیں، یہ لوگ گردن زدنی ہیں۔ خوب بہت ہی خوب ہے

خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ جھوٹ کس طرح مان لیا جائے۔ یہ بہتان طرازی کس طرح تسلیم کر لی جائے۔ حرام کو حلال کس طرح مان لیا جائے۔ ہر زمانے میں مطلق العنان بادشاہوں نے کسی مہ رخ کی دلنواز مسکراہٹ، کسی نمک خوار کی جانثاری، کسی شاعر کی کامیاب ترکیب، کسی مسخرے کے گدگدی پیدا کرنے والے چٹکلے سے خوش ہو کر زمینیں بخش دیں تو حلال کہلائی جائیں اور اگر کوئی دہقان ان زمینوں میں اپنی محنت سے رنگ دیا، لانے کی وجہ سے زمین طلب کرے تو یہ حرام ہو جائے۔ پہلا عمل تو امن و امان کہلائے اور دوسرا عمل شورش، فتنہ اور فساد ——— بیرونی سامراج نے اپنے آپ کو مستحکم کرنے کیلئے جن نمک حراموں، غداروں، ... ٹیپو سلطان، سراج الدولہ، جھانسی کی رانی، بہادر شاہ ظفر اور ... کی قیمت

طلب کرنے والوں کو جاگیریں تو نہیں دیں، مگر اگر کسی نے ان سے معمولی سی بھی وفا کی تو اس کے ہی ہاتھوں میں اپنے من پسند ... تو پھر ... مسئلہ کے ان پہلوؤں پر غور کرنے سے تو پتہ چل جاتا ہے کہ کس کو حق ہے اور باطل کیا ——— وہ جب باطل پرستوں کا حق پرستوں کو پامال کیا ——— تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے

ایک ہمیں آوارہ کہنا کوئی بڑا الزام نہیں
دنیا والے دل والوں کو اور بہت کچھ کہتے ہیں

مسئلہ بالکل صاف ہے کہ حرام مال کی تعمیر خود بخود نہیں مٹے گی اسے مٹانا پڑے گا۔ اور یہ مسئلہ بھی بالکل صاف ہے کہ اسے مٹانا کوئی ہنسی مذاق نہیں ——— کیونکہ یہ حرام خور اکیلے نہیں ہیں۔ یہ کمزور نہیں ہیں۔ ان کے ساتھ اور بھی بہت سے لوگ ہیں۔ کون ہیں؟ کون؟ ——— یہ کرشن چندر کے ناول "دل کی وادیاں سو گئیں" کا ہیرو نرگار ہیرو بتائے گا ——— وہ بتاتا ہے کہ:

"جب میں دفتر سے باہر نکلا تو میرا جسم کانپنے لگا ——— مجھے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے میں سڑک پر نہیں چل رہا ہوں۔ کسی وحشی ہاتھ کی ہتھیلی پر چل رہا ہوں، تم نے ہاتھ دیکھا ہے نا؟ ہاتھ کی پانچ انگلیاں ہوتی ہیں یہ سچ ہے کہ یہ پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔ مگر یہ پانچوں کی پانچوں ایک ہاتھ سے جڑی ہوتی ہیں ——— تعلیم ——— سیاست ——— معاشرت ——— صحافت ——— قانون ——— مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے یہ سب ایک ہی ہاتھ کی سیٹھ لاکھا رام کے ہاتھ کی پانچ انگلیاں ہیں کوئی چھوٹی ہے کوئی بڑی، مگر ہیں سب اسی کے ہاتھ کی، انگلیاں۔ مجھے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے میں ان انگلیوں کے بیچ میں چل رہا ہوں، ان سے بچنے کی کوشش کر رہا ہوں، مگر گرفت سے باہر نہیں نکل سکتا، تم نے دیکھا ہوگا جب آدمی کسی چیز کو اپنی ہتھیلی سے پکڑنا چاہتا ہے تو اسکی پانچوں انگلیاں کس طرح اسکی مدد کرتی ہیں۔ کس طرح وہ اس چیز کو ہر طرف سے دھکیل کر ہتھیلی کے بیچ میں لے آتی ہیں ——— یہ مانا ——— کہ ان لوگوں نے مجھے پکڑ لیا ہے میں بھی سمجھ گیا ہوں کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ کہ جو بات سیٹھ کہتا ہے وہی سیاست دان کہتا ہے وہی میرے کالج کا پرنسپل کہتا ہے، وہی قانون دان کہتا ہے اور وہی چکلے کی ایک طوائف بھی کہتی رہتی ہے"

مگر اس جان پہچان اور سمجھ بوجھ کا عام حقیقت کا اظہار کرنا اور پھر انسانی مساوات کا نعرہ لگانا ——— حرام خوروں کے نزدیک بغاوت ہے اور انصاف کے علمبردار ایسے باغیوں کو ان منافع خوروں نے ہر ملک اور ہر زمانے میں انسانیت سوز سزائیں دی ہیں۔ کہیں کانٹوں کا تاج پہنایا ہے

اور کہیں آتشیں شعلوں کا ایندھن بنایا ہے۔ مثلاً روم میں ایک شخص ہوا کرتا تھا۔ تبیریئس گریکس، اس بھلے آدمی نے ایک دن اپنے ہم وطنوں کے جلسۂ عام میں یہ کہہ دیا کہ:

"کھیتی باڑی کے جانوروں اور ہوا میں رہنے والے پرندوں کے پاس بھی سر چھپانے کو جگہ موجود ہے، لیکن وہ لوگ جو اٹلی کی خاطر لڑتے مرتے ہیں، روشنی اور ہوا کے علاوہ کچھ نہیں رکھتے۔ ہمارے سپہ سالاران سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اپنے باپ دادوں کی قبروں اور انکے مندروں کی حفاظت کے لئے لڑیں۔ یہ اپیل پھیکی اور جھوٹی ہے! کیا تم بتا سکتے ہو کہ تمہارے باپ دادوں کی کسی قبر کا، کوئی نشان تک باقی نہیں۔ تم دوسروں کے لئے لڑتے اور مرتے ہو، تم یوں تو دنیا بھر کے آقا ہو لیکن گز بھر زمین بھی ایسی نہیں جسے تم اپنی کہہ سکو ——!"

اس تلخ حقیقت کا اظہار کرنے پر انسانیت کے اس عظیم سپوت کو، پھانسی دیدی گئی اور جب اس کے دوسرے بھائی نے بھی اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا تو اسے بھی یہ ہی انعام ملا۔ اور جب ان دونوں بھائیوں کی ماں نے اپنے جگر پاروں کی لاشیں مانگیں تو وہ بھی اسکو دینے کی بجائے سپرد آب کر دی گئیں —— اور حد تو یہ ہے کہ جب صابر و شاکر ماں اپنے غم کی شدت میں سیاہ کپڑوں میں ملبوس معروف آہ و بکا تھی تو اسے اس کی بھی ممانعت کر دی گئی۔

اسی طرح ایک اور عظیم شخصیت تھی ابوذر غفاریؓ —— محمدؐ اعظم کے اس سچے پرستار نے یہ نعرہ دیا کہ زمین ان کسانوں میں بانٹ دی جائے جو اس پر کاشت کرتے ہیں۔ یہ عظیم صحابی اپنے ہموطنوں کو جمع کر لیتا اور برملا اپنے خیالات کا اظہار کیا کرتا اور تو اور اس نے والئی دمشق امیر معاویہ کی سبز کوٹھی "الخضرا" کے متعلق بھی اسکے سامنے ہی جا کر بے خوف و خطر یوں اظہار حقیقت کر دیا کہ:

"معاویہؓ تم جو یہ محل تعمیر کر رہے ہو تو ظاہر ہے کہ یہ خیانت ہے اور اگر اپنے ذاتی مال سے بنوا رہے ہو تو پھر یہ اسراف اور فضول خرچی ہے ——!"

مساوات کے اس طالب کے مقدر میں بھی لکھی ہوئی تھی بے برگ و گیاہ ریگستان میں حسرت ناک موت! جہاں انکی بیوی اور بیٹی کے سوا کوئی قبر کھودنے اور کفن دینے والا بھی موجود نہ تھا۔

لیکن ... ان اور ان جیسے عظیم ترین انسانوں کے انجام سے دہشت اور خوف پیدا ہو ... قدموں میں ڈگمگاہٹ آتی ہے۔ گو یہ بات بڑی غلط ہے ... اور جرأت پیدا ہونی چاہیئے۔ یہ لوگ اپنے وقت میں بھی زندہ تھے، آج بھی زندہ ہیں اور ابد الآباد تک زندہ رہیں گے۔

بقول برنارڈشا:

"موت اہمیت نہیں رکھتی بلکہ اصل اہمیت تو موت کے اصل میں پنہاں ہے، انسان مرنے مارنے سے ذلیل نہیں ہوتا بلکہ اصل ذلت اس زندگی میں پنہاں ہے جسکی وجہ سے ہم یہ ذلیل اجرت تسلیم کرتے ہیں۔ دس انسانوں کی موت اس سے بہتر ہے کہ ایک انسان غلامی اور ذلت کی —— زندگی بسر کرے!"

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول کے مطابق تو:

"سب سے اچھی بات یہ ہے کہ حق بات ظالم بادشاہ کے سامنے کی جائے"

حدیث نبوی بھی یہی ہے:

"ظالم کسی رحم کا مستحق نہیں"

آج اس دور میں بھی جبکہ انسان نے فلاح و بہبود اور آرام و سکون کے اچھوتے انوکھے، لاجواب اور بظاہر ناقابل یقین و بیان ذرائع تلاش کر لئے ہیں۔ انسان ہی مجبور و لاچار اور بے بس و بے کس ہے وہ دن بھر محنت کرنے کے بعد بھی اتنا معاوضہ حاصل نہیں کر پاتا کہ صرف روٹی کپڑا، مکان اور علم ہی حاصل کر لے۔ لعنت ہے اس زندگی پر جو ترس ترس کر گزاری جائے، لعنت ہے اس وجود پر جو ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرے —— سارے مہینے قلیل ترین آمدنی میں کثیر ترین اخراجات پورے کرنے کی کوشش کرنے کی بجائے انسان کو چاہیئے کہ وہ "ایک کے لئے سب اور سب کے لئے ایک" کے زریں اصول پر عمل کرتے ہوئے قدم سے قدم ملا کر آگے بڑھے۔ ہر اس ذاتی ملکیت کو ختم کر دے جو ایک انسان کو دوسرے انسان کا غلام بنائے۔ اجتماعی محنت اور ذاتی ملکیت کے بدلے، اجتماعی محنت اور اجتماعی ملکیت کے اصول کو اپنائے۔ ناانصافی اور دھاندلی ختم کرے اونچ نیچ اور باہمی فرق و امتیاز مٹانے کی جد و جہد کرے، منافع خوری کو نیست و نابود کرے، حرام خوری کا بیڑا غرق کرے، اپنی محنت کا پورا پورا ... طلب کرنے کے لئے غاصبوں کو للکارے۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ ... اکیلا چنا بھاڑ نہیں پھوڑ سکتا: بالکل ٹھیک، مگر ستم ظریفی تو یہ ہی ہے کہ ... اکیلا ہے وہ تو بھاڑ پھوڑ رہا ہے۔ اور جو اکیلے نہیں ہیں بہت سارے ... آبادی کی واضح اکثریت ہیں، سب سے زیادہ طاقتور ہیں، سب ... محنت کرنے والے ہیں (ساری چیزوں کے خالق ہیں۔ سب سے بڑے دانشور، حسن پرست اور کلاکار ہیں وہ ہی ہاتھ پہ ہاتھ دھرے اور خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہیں۔

افلاطون نے کہا ہے کہ:

باقی صفحہ : ۳۰

تعارف

اسٹیٹ لائف انشورنس کے

ایریا منیجر چوہدری محمد ریاسب

ریاسب صاحب ایک مختصر عرصہ میں اسٹیٹ لائف انشورنش میں فیلڈ ورکر سے ایریا منیجر کی پوسٹ پر فائز ہوئے ان کی انتھک محنت کا اعتراف پبلک کے حلقوں میں ہوا اور ان کی درجہ بدرجہ ایریا منیجر بن جانا ان کے افسرانہ حلقوں میں بھی اعتراف کی سند ہے ادارہ پریم سگر نے ایک ملاقات میں ان سے اسٹیٹ لائف انشورنس میں شامل ہونے سے لے کر موجودہ عہدے تک اور آئندہ کے عزائم کی تفصیلات بتائیں جنہیں من وعن نذر قارئین کر رہے ہیں۔

بات یہ ہے کہ محنت کا جذبہ تھا۔ بنیادی طور پر دیہاتی زندگی میں بھی موروثی طور پر ملا اور پھر علاقائی مناسبت سے میں فوج میں بھرتی ہوا کمیشن میں سلیکٹ ہوا لیکن وہاں زیادہ عرصہ نہ رہا واپس آ گیا اس کے بعد روئی کارپوریشن اسلام آباد میں مجھے کمرشل آفیسر کے طور پر ملازمت مل گئی یہاں پانچ سال رہا یہاں سے مجھے ۲۳ سو روپے ماہانہ مشاہرے پر ملتے تھے لیکن ایک دوست نے مشورہ دیا کہ تم ہماری فرم میں حصہ دار کے طور پر آ جاؤ وہاں ہم نے ایک سال میں صابن بنانے کا تجربہ کیا کاروبار میں اضافہ کا سوچ رہے تھے کالج کے زمانے کے ایک دوست سے ملاقات ہو گئی انہوں نے مجھ میں کاروباری صلاحیت دیکھ کر مشورہ دیا کہ آپ انشورنس میں آ جائیں چنانچہ ہماری ملاقات ڈھڈیال میں متعلقہ محکمہ کے افسران سے کرائی گئی اور پہلے دن ہی میں نے ۶٫۵ پالیسیاں ایک ایک لاکھ کی دلوا دیں جس سے انہیں ۵۴ ہزار روپے کا فائدہ ہوا چنانچہ میری اس کارکردگی کی رپورٹ جب اوپر تک پہنچائی گئی تو حکام بالا نے کہا کہ ہم سے ملوائیں اس کو ہم پروموٹ کرتے ہیں چونکہ ایسا آدمی انشورنس کے لئے بہت مفید ہے چنانچہ اے جی این راجہ گشاسب سے ملاقات ہوئی ان کی حوصلہ افزائی سے مجھ میں مزید خود اعتمادی آ گئی ایک سال بعد مجھے سیلز آفیسر پروموٹ کر دیا گیا یہاں چکوال میں بیٹھ کر اس قدر جلد مراحل طے کرنا یہ بہت مشکل کام تھا لیکن میری کوششوں کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اس دوران ایک ماہ میں ۲۴۳٫۲ پریمیم ریکارڈ پڑا یہ اسٹیٹ لائف کی تاریخ پر ایک ریکارڈ ہے جو آج تک کسی نے قائم نہیں کیا تھا۔

جب میرا اس قدر پریمیم ہوا تو بات چیئرمین تک جا پہنچی انہوں نے مجھے سیلز منیجر پروموٹ کر دیا ساڑھے تین سال تک میں اسی پوسٹ پر رہا اب میری نئی ذمہ داریاں ایریا منیجر کی ہیں میں ایک ایسی پلاننگ کر رہا ہوں جو آج تک کسی ایریا منیجر نے نہیں کیں میں متعلقہ لوگوں کے گھروں میں جا کر ان کی دلچسپی کو ابھار رہا ہوں اور چاہتا ہوں کہ وہ فیلڈ میں بھی آ کر کام کریں میں یہاں دفتر میں دو بجے تک کام کرتا ہوں لوگوں سے ڈیلنگ کرتا ہوں ۲ بجے کے بعد ایک منیجر یا ایک افسر کو ٹائم دیتا ہوں کہ آج تمہاری تمام ٹیم کے ساتھ فیلڈ ورک کروں گا اور لوگوں سے ان کے گھروں میں جا کر ملیں گے لوگ جو بھی کام کرتے ہیں یا ایک شعبہ زندگی کے لوگوں سے ملتا ہوں اور انہیں [illegible] آگے بڑھنے کا راستہ [illegible] کرتا ہوں بلکہ ایک ایجنسی ہولڈر سے ملاقات ہوئی میں نے اسے ایجنٹ کے طور پر کام کرنے کا اشتیاق دلایا میری کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے کام شروع کر دیا اور [illegible]



میں انہوں نے ۸۹۰۰ روپے کمایا میں نے اس سے پوچھا کیا تم کھاد بیچنے کی ایجنسی سے اتنا منافع کما سکتے ہو یہاں کوئی چیز انوسٹ نہیں ہوئی وہ اس نتیجہ پر پہنچا کر گھی اور کھاد کی ایجنسی چھوڑ دی اور مکمل طور پر سیلز ایجنٹ کے طور پر کام کرنے لگا آج وہ سیلز منیجر ہے یہ ہماری کوشش کا نتیجہ ہے۔

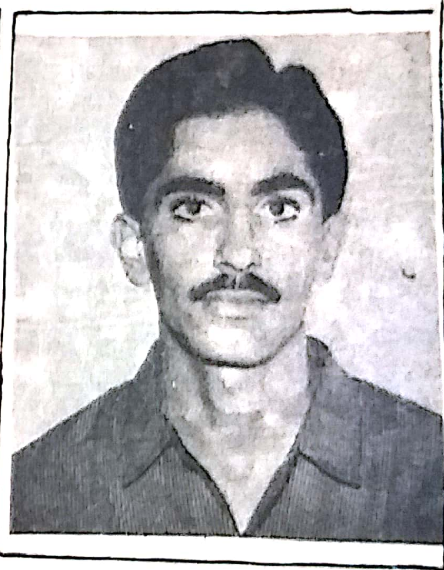
اسٹیٹ لائف انشورنس میں ٹرانسپورٹ کی بڑی اہمیت ہے جس طرح میدان جنگ میں ایک سپاہی کے لئے ہتھیار ضروری ہوتے ہیں اسی طرح اس میدان میں ٹرانسپورٹ کی ضرورت ہوتی ہے میں کوشش کرتا ہوں کہ ہمارے جس کارکن کے پاس ٹرانسپورٹ نہیں ہوتی اس کے لئے ہم ٹرانسپورٹ کا انتظام کریں طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اس کو گاڑی دلوا کر ہم گارنٹی دے دیتے ہیں چنانچہ ایجنسی ہولڈر سے ایک ہزار روپے مستقل کی بنیاد پر حاصل کر لیا جاتا ہے میں نے اپنے کئی ایجنٹوں کو موٹر سائیکل دلوائے ہیں اس طرح یہ لوگ اپنے گھر کے اخراجات بھی چلاتے ہیں اور ماہانہ قسط بھی اسی منافع سے ادا کرتے ہیں دو تین منیجروں کو کاریں ماہانہ قسطوں پر دلوائی ہیں اس طرح ہم کامیاب جا رہے ہیں۔

اب جو میں اس موجودہ پوسٹ پر پروموٹ ہوا تو ہمارا بہت زیادہ مقابلہ تھا چکوال کے تین امیدواروں کا مقابلہ تھا ایک پنڈ دادن خان اور دو چکوال سے میری [illegible] ۵۴ لاکھ بزنس تھا دوسرے کی ۳۴٫۲ لاکھ، تیسرے کی ۲۱ لاکھ تو گویا میرے اور مجھ سے دوسرے نمبر پر آنے والے کے درمیان ۲۰ لاکھ کا فرق تھا کسی کا یہ کہنا کہ میں نے رشوت یا میل ملاپ کر کے پروموشن حاصل کیا یہ محض اپنی کمزوری پر پردہ ڈالنے کے لئے الزام تراشی ہے ریکارڈ موجود ہے میں نے ۵۴ لاکھ روپے کا بزنس کیا ہے میں اپنے ورن میں جو کہ اٹک سے کھاریاں تک ہے پر تمام شمالی علاقہ جات میں میری دوسری پوزیشن تھی پہلی پوزیشن پر آنے والے تلہ گنگ کے شیخ محمد دین تھے لیکن وہ عمر کے لحاظ سے ایریا منیجر ہونے کے قابل نہ تھے چونکہ ان کی عمر زیادہ تھی اور ایریا منیجر کے لئے یہ فیکٹر بہت اہم ہے اس طرح ایریا منیجر بناتے وقت دوسرے تمام فیکٹر سامنے رکھے جاتے ہیں میں انشاء اللہ اپنی نئی ذمہ داریوں میں پہلے کی طرح [illegible] رہوں گا تاکہ میں اپنے پہلے ریکارڈ کی طرح آئندہ بھی [illegible] کر سکوں۔

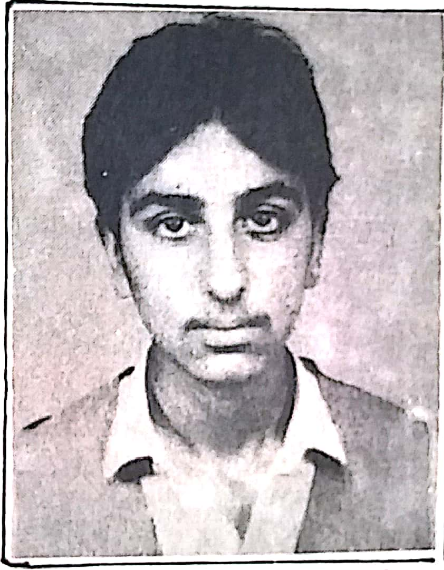
تعارف

شاندار کارکردگی

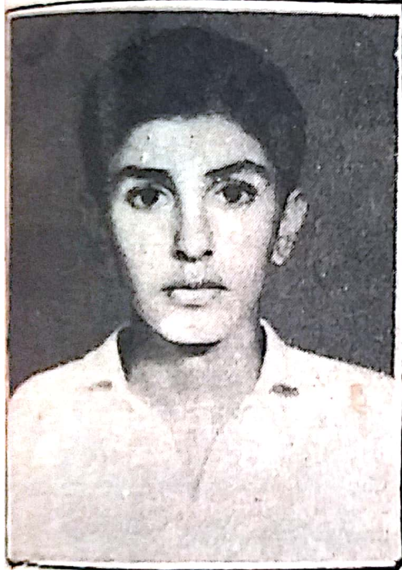
مڈل اور میٹرک کے امتحانات میں تین بھائیوں نے جو کہ ہائی اسکول تتراال کے طالب علم ہیں شاندار نتائج حاصل کیے مڈل سٹینڈرڈ امتحانات میں آصف محمود نے ۸۷۵ میں ۷۱۲ نمبر حاصل کر کے ضلع بھر کے اسکولوں میں تیسری پوزیشن حاصل کی اور میٹرک کے امتحانات میں اسی اسکول میں آصف محمود کے دوسرے دو بھائیوں مظہر حسین اور اظہر حسین نے ۸۵۰ میں سے بالترتیب ۷۶۱ اور ۷۴۱ نمبر حاصل کر کے ضلع بھر میں دوسری اور چوتھی پوزیشن حاصل کی مظہر حسین نے راولپنڈی بورڈ میں بہترین پوزیشن حاصل کر کے قائد اعظم ٹیلینٹ سکالرشپ حاصل کیا اس شاندار کارکردگی کا سہرا اسکول کے ہیڈ ماسٹر چوہدری محمد اسلم اور محنتی اسٹاف کے سر ہے بہترین کارکردگی کی بنا پر ہیڈ ماسٹر تتراال ہائی اسکول نے ادارے کو ضلع بھر میں نمایاں مقام دلوایا ہے عوامی حلقوں میں ان کی کارکردگی کو قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا اور تعریف کی گئی ۔



مظہر حسین منہاس



اظہر حسین منہاس



آصف محمود منہاس

بلبل چکوال — قاضی عبدالرب

مشہور انعامات یافتہ نعت خواں بلبل چکوال قاضی عبدالرب اختر نے آٹھ سال کی عمر میں نعت پڑھنا شروع کی اور آج تک نعت خوانی کے سلسلے میں متعدد انعامات حاصل کر چکے ہیں اور ڈویژنل مقابلوں میں اولیت کا شرف حاصل کر چکے ہیں چونکہ آپ کے والد بزرگوار ایک جید عالم ہونے کے علاوہ بہترین نعت خواں بھی تھے ان کی تربیت نے انہیں اعلیٰ ترین نعت خواں بنا دیا حصول تعلیم کے دوران سکولوں میں جب کبھی مقابلہ نعت ہوتا پہلا انعام حاصل کرتے نانویں جماعت میں پڑھائی کے دوران چکوال کے سب ڈویژنل آفیسر ملک شیر بہادر سے پہلا انعام حاصل کیا بعد ازاں ضلع جہلم کے ڈپٹی کمشنر راجہ ضیاء اللہ سے اول انعام حاصل کیا نومبر ۸۳ء میں چکوال میں کل پاکستان محفل نعت کا انعقاد ہوا جس میں ملک بھر کے چیدہ نعت خوانوں نے حصہ لیا اس میں مقامی نعت خوانوں میں یہ اول آئے حبیب بینک آف پاکستان کے زیر اہتمام ۱۹۸۶ء میں کل پاکستان محفلِ نعت منعقد ہوئی اس مقابلے میں پہلا انعام اور ایک سند حاصل کی اسی سال سرگودھا ڈویژن میں ڈویژن سطح پر نعت خوانی کا مقابلہ ہوا اس مقابلے میں بھی اول انعام حاصل کیا ان کا کہنا ہے کہ نعت خوانی ایک فن ہے میرا ایمان ہے کہ عشقِ رسول میں ڈوب کر اگر نعت پڑھی جائے تو اس کے دور رس اثرات مرتب ہوتے ہیں نعت خوانی کو ذریعۂ معاش قرار دینا اور فلمی طرزوں پر پڑھنا گستاخانہ طریقہ کار ہے چکوال میں نعت خوانوں کی انجمن عندلیبانِ ریاضِ رسول ﷺ کے نام سے تشکیل دی گئی ہے قاضی عبدالرب اختر اس انجمن کے بھی صدر ہیں۔



ٹائمز کی تبدیلی کے ساتھ

پہلے شمارہ کے ابتدائیہ میں یہ کہا گیا تھا کہ پرچہ درحقیقت عوام کی ملکیت ہے ان کی خواہشات کا احترام کیا جائے گا اور ان کے مسائل کو پیش کرنے کے لئے دوسری تمام باتوں پر اولیت دی جائے گی اب تک جو شمارے شائع ہو چکے ہیں ان میں مقدور بھر کوشش بھی اسی کے لئے کی گئی ہے لیکن بعض احباب کو شکایت ہے کہ۔

۱:۔ ان کے خطوط بہت مختصر کر کے شائع کئے جاتے ہیں اور جس بات یا شکایت کا وہ اظہار کرنا چاہتے ہیں اس کو عموماً حذف کر دیا جاتا ہے۔ اگر کاٹ چھانٹ کی ضرورت ہو تو اصل مقصد پر کاٹا مار دینا ہرگز مناسب نہیں۔

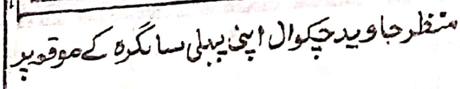
۲:۔ سرکاری دفاتر کی مسلسل عوامی استحصال کے متعلق کچھ نہیں لکھا گیا رشوت اسی قدر زور پکڑ چکی ہے کہ اب سرکاری اہلکار سینہ زوری کے ساتھ رشوت نہیں بلکہ جگا ٹیکس وصول کرتے ہیں اب ہم نہ کہیں شکایت کرنے کے اور رشوت سے بچ نکلنے کے، اس کے علاوہ اگر کوئی راستہ اپنایا جائے، گو کام اگر ہو جائے ہونے کی توقع ہو بھی تو یہ امید بھی منقطع ہو جاتی ہے۔ اب سمجھ نہیں آتی کیا کیا جائے اور اگر یہ فریاد اخبار والوں اور آپ کے مقامی اخبار کو لکھیں تو مصلحتیں، ہماری فریاد کو دبا دیتی ہیں کیا کریں کس کے پاس جائیں اگر کوئی شریف آدمی ہماری سننا چاہے بھی تو اس نقار خانے میں سن نہیں پاتا آپ سے امید لگی تھی سو وہ بھی دھندلا گئی۔

یہ ایک سلسلہ تھا شکایات کا جس کے متعلق معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنے کے بجائے تساہل کے اعتراف کے ساتھ اس کا ازالہ بہترین راستہ ہے سو، قارئین حضرات آئندہ شاید ایسی شکایت کا موقع دوبارہ آپ کو نہ مل سکے نئے انداز اور نئے پیرائے میں ہم آہنگی کی جھلک آپ دیکھتے رہیں گے



دو بہن بھائی یاسر وقاص اور سعدیہ تلہ گنگ

منظر جاوید چکوال اپنی پہلی سالگرہ کے موقع پر



تلاش گمشدہ

بزرگوارم شاہ نواز عمر رسیدہ ہیں یادداشت کھو بیٹھے ہیں ایک ماہ کا عرصہ ہوا کہ گھر سے بغیر بتلائے کہیں چلے گئے ہیں ان کا رنگ گورا قد و جسامت درمیانہ ہے چال میں لڑکھڑاہٹ، اطلاع دینے والے کو معقول انعام دیا جائے گا اس پتہ پر اطلاع دیں۔
نصیر احمد صحرفت چوہدری ندیم رشید
احمد آئیڈو کیبٹ محلہ تختہ آدمی
چوک تھنیال روڈ چکوال

گلابِ ناصر

نرم دمِ گفتگو گرم دمِ جستجو

مقالہ پروفیسر نثار جمیل



ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی

ایک مشہور مفکر سینٹیو کا قول ہے کہ "تم درختوں کو پہچانو تو اس کے پھل کو بھی خود بخود پہچان لوگے" اس کا خیال ہے کہ جس طرح نباتات اور حیاتیات کی ماہیت کو ہم دریافت کرسکتے ہیں اس طرح کسی ادیب اور دانشور کی شخصیت کو پرکھنے کے لئے اس کے جغرافیائی ماحول اور نسلی کردار کو بھی اہمیت دیتا ہے اس اعتبار سے ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی کی شخصیت کا مطالعہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی کا نام انتظامی حلقوں میں بطور ایک دیندار اور راست باز افسر کے اور علمی و ادبی دنیا میں بطور ایک ادیب اور محقق کے اجنبی نہیں آپ کا شمار سول سروس کے اس کلاسیکل گروہ میں ہوتا ہے جو ذاتی قابلیت اخلاقی وجاہت اور دل و دماغ کے گوناگوں اوصاف کی بدولت علم و فضل اور خدمت و قابلیتکی بلندیوں تک پہنچنے کے باوجود اس حقیقت کے مترادف ہے کہ !

صاحب نظراں نشہ قوت ہے خطرناک

میانوالی سے آپ کا تعلق صحرا کی جس فضا اور سادگی کا جو منظر تراشتا ہے وہ کشف و عرفان کی منازل طے کرنے کا وسیلہ بننے کے ساتھ ساتھ زمیں کی بیکراں وسعتوں اور آفتاب کی بے کنار روشنیوں کا احساس بھی بیدار کرتا ہے سادگی و یکتائی کی ایسی فضا میں بقول ڈی۔ ایچ۔ لارنس "انسان خود کو خدا کی ذات میں موجود پاتا ہے"۔

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی کی شخصیت کی تشکیل و تعمیر میں اس پس منظر اور ماحول کے اثرات پڑنے سے واضح اور نمایاں ہیں میانوالی سے اپنے تعلق کی بناء پر وہ اس لئے نازاں ہیں کہ یہ سرزمین غیرت مندوں اور حوصلہ مندوں کی سرزمین ہے جہاں سے کئی ذرے آفتاب بن کر ابھرے لیاقت نیازی ریگزاروں اور صحراؤں کی اس سرزمین کا وہ لالۂ صحرائی ہے جس کے علمی کمالات اور اخلاقی عظمتوں نے اسے چمن کے گلاب میں تبدیل کر دیا ہے۔ آپ سے مل کر انسان کو یقین ہو جاتا ہے کہ ؎

ابھی اگلی شرافت کے نمونے پائے جاتے ہیں

ڈاکٹر لیاقت نیازی ایک ذہین ادیب اور فقہ اسلامی کے باکمال محقق ہونے کے علاوہ ایک دردمند انسان، زیرک منتظم اور مخلص دوست بھی ہے ان سے میرا تعلق علمی مجالس اور شعری محفلوں سے شروع ہوا جس نے رفتہ رفتہ دل داری و دل نوازی کی صورت اختیار کر لی میرا ذاتی حیثیت میں ڈاکٹر لیاقت نیازی کی شخصیت کا معترف ہونے کی وجہ ان کی درویشی اور انسان دوستی کا وہ مسلک ہے جس نے اسے "قلندرانہ ادائیں سکندرانہ جلال" کا پیکر بنا دیا ہے اس شخص کے دل میں علم والوں اور اللہ والوں کے لئے عزت و عقیدت کی جو فراوانی اور دنیا داری اور افسر شاہی کے رنگ ڈھنگ سے طبعاً جو بیزاری اور بے نیازی میں نے دیکھی ہے وہ رسمی اظہار سے ماوراء ہے

ہر آنکھ سزاوار تماشا نہیں ہوتی
یہ حسنِ نظر دولتِ صاحب نظراں ہے

بہت ہی مختصر عرصہ میں آپ نے جس مکتب فکر کو اپنی ذہانت و شرافت سے جس طرح متاثر کیا اس کا اندازہ لگانا قطعی مشکل نہیں۔

تمہارا نام نہ لوں اور لوگ پہچانیں
کہ آپ اپنا تعارف ہوا بہار کی ہے۔

یہ شخص ظلم، جبر اور جہالت کے خلاف ہر لحظہ سینہ سپر ہے اس کے نزدیک قلم سب سے بڑی دولت اور علم سب سے بڑا اعزاز ہے طبیعت میں متانت و سنجیدگی اور کردار میں توازن و شائستگی وہ صفات ہیں جن کی بناء پر ڈاکٹر لیاقت نیازی صرف ایک شخصیت کا نام نہیں بلکہ ایک سوچ، ایک عقیدے، ایک تحریک اور ایک نظریئے کا نام بن گیا ہے

اس کی محفل میں بیٹھ کر دیکھو
زندگی کتنی خوبصورت ہے۔

انفرادی اور اجتماعی شخصیت کے ان گنت پہلو ہوتے ہیں ایسی شخصیات رات دن تکمیل ذات کی صورت گری میں سرگرداں رہتی ہیں ڈاکٹر لیاقت نیازی نے اپنی مصروف ملازمتی زندگی کے ساتھ ساتھ تحقیق و تعلیم کا سلسلہ جاری رکھ کر اور تحریر و تصنیف سے اپنی دلچسپی برقرار رکھ کر ثابت کیا ہے کہ۔

چوں عشق حرم باشد سہل است بیاباں ہا !

وہ ایسا مسافر ہے جس کی کوئی منزل آخری منزل نہیں، ہر منزل پر پہنچ کر وہ ایک اور منزل کے لئے رختِ سفر باندھ لیتا ہے اس کی ہشت پہلو شخصیت کی جھلکیاں ہر جگہ آنکھوں میں چمک سی پیدا کر دیتی ہیں اس کے فکر و عمل میں بھی وہی بانکپن ہے جو اس کے تحقیقی مضامین اور ادبی تحریروں میں ہے اس کی مجلسی زندگی اور دفتری ہنگاموں میں ہر جگہ جذب و شوق کی جلوہ فرمائی نظر آتی ہے اس کی عملی زندگی دوستوں اور ماتحتوں کے لئے ضرور ہے لیکن حقیقت کبریٰ کی تلاش کا مقصد وحید اس کی نگاہوں سے اوجھل نہیں ڈاکٹر لیاقت نیازی کی شخصیت علامہ اقبال کے اس خیال سے عبارت ہے کہ

فرد صفیر کی طرح آزاد بھی ہو اور پابہ گل بھی

یعنی وہ سماج کے اجتماعی تقاضوں کو تسلیم کرنے کے باوجود اپنی شخصیت کی خوشبو کو زائل نہ ہونے دے۔ اگر اس نے سماجی تقاضوں کے پیش نظر اپنی شخصیت کا گلا گھونٹ دیا۔ تو وہ ایک کارآمد پرزے کی طرح سماج کی مشین میں کہیں نہ کہیں کام تو کرتا رہے گا لیکن اس کی روحانی ترقی اور نمو کا عمل رک جائے گا تفکر و تدبر کی اس کیفیت نے ڈاکٹر لیاقت نیازی کی شخصیت میں رنگا رنگی، کشادگی اور توانائی پیدا کرنے کے علاوہ اختیار و اقتدار میں خدمت و عبادت کا اسلوب حیات پیدا کیا ہے جو علامہ اقبال کے اس شعر کا آئینہ دار ہے کہ۔

سلطنت در دین واخدمت گریست
عدل فاروقی و فقرِ حیدریست !!

ایک محفل میں آپ ایک دفعہ بڑی دلسوزی اور دردمندی سے مجھ سے دوران گفتگو یہ الفاظ کہے کہ زندگی کی ظاہری چمک دمک اور اقتدار کی لپک ہرگز میرا مقصود حیات نہیں کیوں کہ میں آج کی نہیں کل کی راحت کا طلب گار رہوں مجھے احساس ہے کہ زندگی کے سفر کی انتہا کے بعد اس کی ابتداء کا سفر شروع ہونے والا ہے جہاں رختِ سفر نیک و بد اعمال کی صورت میں ساتھ ہوگا مجھے اس موقع پر قرآن حکیم کی سورۂ حشر کی یہ آیت کریم یاد آئی کہ !

"یا ایہا اللذین امنوا تقواللہ والتنظر نفس ما قدمت لغد !!"

ترجمہ : اے لوگو جو ایمان لائے ہو ڈرو اللہ سے اور دیکھو ہر لحظہ جو تم آگے بھیج رہے ہو آنے والے کل کے لئے ؟

اسی خیال کو شاعر نے سخن گسترانہ انداز میں یوں ادا کیا ہے۔

کیا وہ دنیا جس میں ہو کوشش نہ دین کے واسطے
واسطے واں کے بھی کچھ یا سب یہیں کے واسطے

ڈاکٹر لیاقت نیازی کی شخصیت میں تھی [illegible] ہیں شدت سے متاثر کرتی ہیں اولاً اسلام سے شدید وابستگی اور ثانیاً قرآنی تعلیمات اور دینی علوم کی طرف مثبت رغبت۔ اول الذکر کی پیروی میں آپ نے اخلاق و کردار کا وہ مثالی معیار مقرر کیا ہے جس نے آپ کو ایک جدت پسند بیورو کریٹ سے ایسے درویش صفت انسان اور اسلام کے سپاہی میں تبدیل کر دیا ہے جس کے شب و روز خدمت دین میں صرف ہوئے ہیں جو اقتدار ظاہری کا پرستار کم اور فلاح اخروی کا طلب گار زیادہ ہے اور ثانی الذکر کی پیش کش کے لئے اس نے مختلف موضوع پر اسلامی نقطہ نظر کے حوالے سے ایک روشن ضمیر محقق کی طرح پورے تخلیقی عمل سے گذر کر اپنے شخصی ردعمل کا اظہار بھی کیا ہے اور سوچنے کی دعوت بھی دی ہے ڈاکٹر لیاقت نیازی کے تحقیقی موضوعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کسی شے کو اس کی موجودہ حیثیت میں قبول نہیں کر بلکہ اسے ہر چیز کی داخلی حیثیت جاننے میں دلچسپی زیادہ ہے چھپی ہوئی حقیقت کا ادراک اس کے ذوق تحقیق کی اولین خوبی ہے "اسلام میں احتساب کا تصور" "نبی اکرم بطورِ مبلغ اعظم" جیسے فکر انگیز مقالات اور "اسلامک لاء آف ٹارٹ" ایسی معرکۃ آرا کتاب اس حقیقت کی آئینہ دار ہے ان کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف کے پاس صرف علم ہی نہیں، بصیرت بھی ہے جو بہت کم لوگوں کے حصے میں آتی ہے، ڈاکٹر لیاقت نیازی اس حقیقت سے باخبر ہیں کہ تحقیق و تنقید کا مقصد جھوٹ بولنا نہیں بلکہ جھوٹ کو سچ اور حقیقت کی جگہ پر قبضہ کرنے سے روکنا ہے اور اس اعتبار سے ایسی معروضی کوشش بلاشبہ علمی جہاد سے کم نہیں ہے۔

اسلامک لاء آف ٹارٹ جو مصنف کے ڈاکٹریٹ کا تحقیقی موضوع اور فقہ اسلامی پر ایک گرانقدر تصنیف ہونے کے علاوہ آج کی تقریب کا موضوع خاص ہے اس کی اہمیت و افادیت پر بحث و تنقید کو اس ایوان میں موجود ماہرین قانون اور ارباب دانش و حکمت پر چھوڑتے ہوئے علامہ اقبال کے ان اشعار پر اپنی گفتگو ختم کرتا ہوں جن کا ایک مصرع میرے مضمون کا عنوان بنا!!

خاکی و نوری نہاد بندہ مولا صفات
ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز
اس کی امیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دل فریب اس کی نگاہ دل نواز
"نرم دم گفتگو گرم دم جستجو"
رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاکباز!!

بہاء الدین زکریا لائبریری (وقف) چکوال
مسلسل نمبر:
تاریخ:

چکوال کے لوگوں کیلیے با اعتماد ادارہ

فون :- ۷۴۴۳۹

صابر پیالہ جیولرز

سونے کے

اعلیٰ اور معیاری زیورات

صرافہ بازار راولپنڈی

نوبل شوز

سٹینڈرڈ وراتٹی کے لئے شہر کی

مشہور دکان —— نوبل

اپنے مہمانوں کو عید کی خوشیاں مبارک

پنجاب جوس ہاؤس

چھپڑ بازار چکوال

تازہ پھلوں کے

تازہ جوس کا واحد مرکز

عید مبارک

ایگل ویڈیو سنٹر

انڈین ۔ پاکستانی ۔ اردو پنجابی

نئی و پرانی فلموں کا

مرکز

پروپرائٹر

مظہر عباس

فون ۳۲۱۹

چراغ مارکیٹ چھپڑ بازار چکوال

بابا شوز

بچوں بوڑھوں جوانوں

کی

پسند

آپ کی خوشیوں

کا ساتھی

بابا

چراغ مارکیٹ

چھپڑ بازار چکوال

فون :- ۳۲۱۹

نظر انداز توانائی

محمد صفدر جھونگل

ہمارے ملک میں توانائی کا بحران کوئی نئی بات نہیں جوں جوں وقت گذرتا گیا یہ بحران گھمبیر سے گھمبیر تر ہوتا گیا ملک کے توانائی کے وسائل شروع دن سے ہی ملکی ضروریات کے لئے ناکافی تھے ملک میں توانائی کی بڑھتی ہوئی ضروریات کا توانائی کی پیداوار ساتھ نہ دے سکی قدرتی گیس نے ملک کی توانائی میں ایک نعمتِ غیر مترقبہ کا کردار ادا کیا اسی طرح دریاؤں پر باندھے گئے مٹی کے بند بھی بجلی کی افزائش میں ممد و معاون ثابت ہوئے مگر اس کے باوجود اس میدان میں ابھی تک بہت کچھ کرنے کی ضرورت باقی ہے اور یقیناً ہماری حکومت بھی اس ملکی اور وقت کے تقاضے کو بہت اچھی طرح سمجھتی ہے موجودہ حکومت اس مسئلہ سے نپٹنے کے لئے ہنگامی بنیادوں پر بجلی پیدا کرنے والے پروجیکٹ تیار کر رہی ہے مگر عجیب بات ہے کہ اتنے میں بھی ہم اپنے ملک میں مہیا توانائی کے ایک بہت بڑے وسیلہ کو نظر انداز کئے ہوئے ہیں اور نہ جانے اس کا سبب کیا ہے کہ حکومتی سطح پر بھی اس طرف ضروری توجہ نہیں دی جا رہی۔

یہ توانائی کا وسیلہ ''بائیوگیس'' ہے جس کے چھوٹے چھوٹے پلانٹ تقریباً ہر دیہاتی گھر میں نصب ہو سکتے ہیں شہروں میں بھی موجود بڑے گھروں میں اس سہولت سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے بائیوگیس پلانٹ پر معمولی خرچ اٹھتا ہے اور اگر مناسب جگہ مہیا نہ ہو تو چند گھر مل کر ایک پلانٹ نصب کر سکتے ہیں حتیٰ کہ ایک محلہ اجتماعی طور پر ایک پلانٹ لگا سکتا ہے اس کے لئے محض مناسب منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔

جدید دور کے تہذیبی و تمدنی تقاضے اب دیہاتوں میں بھی سیوریج سسٹم کے اجراء کی ضرورت محسوس کروا رہے ہیں اس کے لئے پیپلز ورکس پروگرام یا بلدیاتی اداروں کے زیرِ نگرانی کام کا آغاز کروایا جا سکتا ہے بائیو گیس پلانٹوں کی تنصیب سے ہمیں مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔

ا۔ ہم ادھر ادھر بکھری ہوئی گندگی سے نجات حاصل کر سکیں گے یہی بکھری ہوئی گندگی مثلاً پاخانوں کا فضلہ، جانوروں کے گوبر، اڑتے بکھرے فضول سبزیوں کے گندے سڑے پتے بائیوگیس پیدا کرنے کا سبب بنیں گے

ب۔ گھروں میں لیٹرینوں یا بیت الخلاؤں کی تعمیر ہمیں کئی ایک معاشرتی آلام سے نجات دلا سکے گی۔

ج۔ بائیوگیس سے چولہا جلانے اور گیس کٹ لگا کر بجلی پیدا کرنے والے جنریٹر بآسانی چلائے جا سکتے ہیں۔

د۔ اگر ہم محلوں اور شہروں کی سطح پر بائیوگیس پلانٹ لگالیں تو ہمارے سیوریج سسٹم باقاعدہ ہو سکتے ہیں اور اگر بڑے پلانٹوں کی تنصیب کا کام منصوبہ بندی سے شروع ہو کیا جائے تو بے شمار لوگوں کو روزگار مہیا ہو سکتا ہے بائیوگیس پلانٹوں سے حاصل کی جانے والی گیس انتہائی سستی حاصل ہو سکے گی قومی سطح پر بجلی کے خرچ پر بے پناہ دباؤ کم ہو جائے گا گیس کشیدہ باقیماندہ کھاد انتہائی بہترین کھاد کی صورت میں مل سکے گی۔

مندرجہ بالا وجوہات کی بناء پر یہ باور کیا جا سکتا ہے کہ بائیوگیس ہمارے ملک کی اقتصادیات اور توانائی کی ضروریات کو پورا کرنے والا ایک لازوال خزانہ ہے ضرورت صرف مناسب منصوبہ بندی اور اس کی اہمیت کے ادراک کی ہے چنانچہ حکومت کو چاہیئے کہ توانائی کے اس اہم وسیلہ کی جانب بھی سنجیدگی سے توجہ دے ویسے بھی بائیوگیس کی پیداوار میں سب سے اہم کردار ادا کرنے والا ''سورج'' ہے جو ہمارے ملک پر پوری حدت سے چمکتا ہے اس سلسلہ میں اقتصادی پہلو سے نمٹنے کے لئے حکومت کے مالیاتی ادارے اہم کردار ادا کر سکتے ہیں کیا ہی اچھا ہو کہ ہم اس توانائی کے نظر انداز وسیلہ سے بھرپور طور پر فائدہ اٹھانے لگیں وزارت قدرتی وسائل کو ایک مرتبہ پھر اس سلسلہ میں متحرک ہونے کی ضرورت ہے۔

کھُلتا کِسی پہ کیوں میرے دِل کا مُعاملہ
شعروں کے اِنتخاب نے رُسوا کیا مجھے

● قرۃ العین بخاری ـــــ لاہور

اب تو تیری یاد بھی آئے تو گونج اٹھتا ہے دل
زندگی میں اس قیامت کا سکوں دیکھا نہ تھا

(احمد ندیم قاسمی)

● نسیم حسن اعوان ـــــ ٹمن

حشر کے بعد بھی دیوانے تیرے پوچھتے ہیں
وہ قیامت جو گذر ہی گئی تھی کہاں گذری

(سیف الدین سیف)

● نسیم اختر ـــــ تعون

حشر میں بھی نہ ہوا جوشِ جنوں میرا
ہے وہی دوسرے عالم میں بھی عالم میرا

(ندرت میرٹھی)

● نذیر احمد ـــــ چکوال

فراقِ یار قیامت سے کم نہیں عدم
نہ دن کو چین نہ راتوں کو نیند آتی ہے

(عدم)

● مظہر الحق مظہر ـــــ چکوال

کیا قیامت ہے منیر اب یاد بھی آتے نہیں
وہ پرانے آشنا جن سے ہمیں الفت بھی تھی

(منیر نیازی)

● عنایت حسین ـــــ راولپنڈی

وہ بھی آنے کو ہیں قیامت بھی
دیکھئے کون پیشتر آئے

(جلیل)

● ناصر محمود ـــــ چکوال

ہم تو اس ذکر میں رہتے ہیں کہاں کا انصاف
دیکھئے داورِ محشر بھی کدھر ہوتا ہے

(مائل)

● خالدہ بیگم ـــــ چکوال

الٰہی کیا قیامت ہے وہ جب لیتے ہیں انگڑائی
میرے سینے میں سب زخموں کے ٹانکے ٹوٹ جاتے ہیں

[illegible]

● انعام الرحمٰن ـــــ تلہ گنگ

دم نہ لیا تھا قیامت نے ہنوز
پھر ترا وقتِ سفر یاد آیا

غالب

● احمد سعید فراز ـــــ بھگوال

ہم پہ اب جو بھی قیامت گذرے
تیری دنیا تو سنور جائے گی

(عبید اللہ علیم)

● عبدالرؤف ـــــ بوچھال کلاں

ذکر جب چھڑ گیا قیامت کا
بات پہنچی تیری جوانی تک

فانی

● عارف محمود انجم ـــــ بیروال

کیا قیامت ہے کوئی پوچھے نہ [illegible]
زندگی تنہا کھڑی ہے حشر کے میدان میں

افضل منہاس

● ندیم احمد ـــــ ڈھڈیال

جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت کو ملیں گے
کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور

(غالب)

● سعدیہ ہاشمی ـــــ چکوال

امیدوارِ وعدۂ دیدار مر چلے
آتے ہی آتے یارو قیامت کو کیا ہوا!

(میر تقی میر)

● ظفر صادق ـــــ ملکسر

کیا قیامت ہے کہ خاطر کشتۂ شب بھی تھے ہم
صبح بھی آئی تو مجرم ہم ہی گردانے گئے

خاطر غزنوی

● ساجد اقبال ـ پتالیاں دربار

ہر گھر کا دیا گل نہ کرو تم کہ نہ جانے
کس بام سے خورشیدِ قیامت نکل آئے

(نامعلوم)

ہمارے آئندہ موضوعات

دوستی

زخم

شہر

ستارہ

بین الاقوامی سازشیں

۵ جولائی

بھٹو حکومت کا تختہ کیسے الٹا گیا

ایم اے کے چوہدری سابق سیکرٹری وزارت امور داخلہ

پاکستان کے واحد منتخب وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے آئین کو تشکیل دینے کے سلسلے میں ایک دفعہ یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ اس ملک میں مارشل لاء کو ہمیشہ کے لیے دفن کر دیں گے یہ وقت کی کتنی بڑی ستم ظریفی ہے کہ مارشل لاء ہی کی حکومت نے انہیں پھانسی دی اور دفن کیا۔

یہ پاکستان کا تیسرا مارشل لاء تھا پاکستان کو عالم وجود میں آئے ۳۰ سال ہوئے ہیں ابتداء میں ۱۰ برس تو بیوروکریسی نے دندنا کر حکومت کی اور بعد میں تقریباً ۲۲ برس جرنیلوں کی عملداری رہی آخر کیوں؟ کیا پاکستان کی تقدیر اس بات کی متقاضی رہی ہے کہ یہی حکومت کی اہل اور وارث ہے؟ یا پھر پاکستان کی سیاست اتنی بیمار اور عوام اس قدر بے حس ہو گئے ہیں کہ انہوں نے مارشل لاء کو ایک معمول سمجھ کر تسلیم کر لیا ہے!۔

کسی بھی ملک کی حکومت میں شامل انتظامیہ کے پیشہ ور عہدیدار یعنی بیوروکریٹ روزمرہ کے کاروبار چلاتے ہیں اس مقصد کو عملی جامہ پہنانا بیوروکریسی کا کام ہے دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ سیاستدان تمام بڑے بڑے فیصلے کرتے ہیں اور ان کی ہدایت کے مطابق بیوروکریسی ان پر عمل درآمد کرتی ہے دونوں کا دائرہ کار الگ الگ ہے اور کسی ایک کا دوسرے کی عملداری میں مخل ہونا باعث خرابی ہوتا ہے خصوصاً بیوروکریٹ خواہ کتنا ہی مختلف نظر رکھتا ہو جب تک وہ ملازمت میں ہے اسے برسر اقتدار پارٹی کے منشور اور وضع کردہ پالیسی کی اطاعت لازمی ہے اور یہ کہنے کی ضرورت ہے کہ بیوروکریسی اپنے آپ کو مکمل طور پر سیاست سے الگ رکھے کیونکہ سیاست اس کا میدان نہیں۔

لیکن نوآبادیاتی طرز حکومت میں معاملہ خاص مختلف ہوتا ہے بڑے پرکار اہتمام سے بیوروکریسی کو خالص نوآبادیاتی قسم کی ترتیب دی جاتی ہے حتیٰ کہ افسر لوگ اپنے آپ کو اپنے ہی عوام سے الگ ایک برتر اعلیٰ مقام اور مختلف النوع سمجھنے لگتے ہیں یہ صاحب بہادری کا ملمع چڑھا کر ان کے لیے علیحدہ رہائشی کالونیاں اور وسیع سہولتیں مہیا کی جاتی ہیں جو عام آدمی کی رسائی سے بہت بالا ہوتی ہیں نتیجتاً وہ عوام کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کے نہایت بے ضرر سیاسی کاوش کو بھی ہنگامہ آرائی اور سرکار دولت مدار کے خلاف بغاوت کا نام دیتے ہیں نوآبادیاتی آقاؤں کی سرپرستی میں ان کے لیے تحفظ اور آئین میں تحفظات موجود ہوتے ہیں لہٰذا ان کے عوام کے سامنے کسی جوابدہی کا خوف نہیں ہوتا اس نظام میں نوآبادیاتی طاقت بیوروکریسی پر مکمل اعتماد اور انحصار کرتی ہے اور انہی سے براہ راست تعلق رکھتی ہے اس کے برعکس سیاستدان کو برائے نام اقتدار میں لا کر بھی انتظامیہ کے بست و کشاد سے لاتعلق رکھتی ہے۔ ایکٹ ۱۹۱۹ء کی برائے نام دو عملی حکومت اس امر کی منہ بولتی مثال تھی۔

تاہم آزادی کے بعد یہ توقع تھی کہ بیوروکریسی اپنے احساس برتری کو ختم کر کے عوام کی خدمت کی طرف مائل ہو گی جو اس کا صحیح مقام ہے لیکن افسوس کہ ایسا نہیں ہوا بیوروکریسی نے ابھی تک اپنی نوآبادیاتی ڈگر کو نہیں چھوڑا اور سیاسی حکمرانوں کے پاؤں تلے نہیں جمنے دیے ملک میں کمزور سیاسی بنیادوں کا فائدہ اٹھا کر وہ کسی نہ کسی صورت اقتدار میں شریک رہی ہے بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ اس نے ملک میں سیاسی عمل کو پنپنے ہی نہیں دیا اگر کبھی حالات نے سیاستدانوں کو موقع دیا تو بیوروکریسی نے از خود یا کسی بیرونی طاقت کی مدد سے سیاستدانوں کا تختہ الٹ دیا اور اقتدار کی باگ ڈور سنبھال لی اس ملاقاتی سازش میں سول اور فوجی بیوروکریٹ شامل رہتے ہیں۔

اس سے پہلے کہ مارشل لاء کی بحث اور پاکستان کی سیاست پر اس کے اثرات کے بارے میں کچھ کہیں مناسب ہو گا کہ ہم لفظ مارشل لاء کے معنوں کی تعریف کر لیں یہاں میں مشہور مقدمہ عاصمہ جیلانی بنام سرکار میں سپریم کورٹ کے فیصلے سے اقتباس دینا چاہوں گا جو حسب ذیل ہے۔

مارشل لاء تین قسموں کا ہوتا ہے۔

۱۔ وہ قانون جو مسلح افواج کے نظم و ضبط اور دیگر معاملات کے تصفیہ کے لیے لاگو ہو — ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں

۲۔ قانون جو فاتح فوج کسی غیر ملک پر قبضہ کرنے کے بعد نافذ کرے اس قسم کے مارشل لاء کی کلاسکی تعریف ڈیوک آف ویلنگٹن نے ہاؤس آف لارڈز میں ان الفاظ میں کی ”مارشل لاء صرف اور صرف فاتح جنرل کی مرضی ہوتی ہے جس کے تحت وہ مفتوحہ علاقہ پر حکومت کرتا ہے دراصل مارشل لاء کا سیدھا سادہ مطلب ہے لاقانونیت“

اس مارشل لاء سے بھی ہمارا کوئی تعلق نہیں۔

۳۔ وہ قانون، جب سول حکومت امن عامہ برقرار رکھنے میں عہدہ برآ نہ ہو کر فوج کو حالات پر قابو پانے اور امن عامہ کو بحال کرنے کے لیے بلائے اور مارشل لاء نافذ ہو ایسی صورت میں مارشل لاء کے تمام ضابطے اور احکام محض امن بحال کرنے کے متعلق ہوتے ہیں اور امن بحال کر کے سول حکومت کو اقتدار لوٹانا مقصد ہوتا ہے۔

عملی طور پر یحییٰ خان کا مارشل لاء دوسری قسم کا تھا اس نے ۲۵ مارچ ۱۹۶۹ء سے لے کر ۲۰ مارچ ۱۹۷۱ء تک بڑی تعداد میں مارشل لاء کے ضابطے اور آرڈر جاری کیے جن کا سول ہنگاموں سے کوئی تعلق نہیں تھا دراصل مارشل لاء لگنے کے چند روز بعد ہی ملک میں امن عامہ بحال ہو گیا لہٰذا مارشل لاء کو اسی وقت ختم ہو جانا چاہیے تھا۔ بلکہ حکومت کے تمام اداروں کو جن میں عدالتیں بھی شامل تھیں یحییٰ خان کے سامنے حاضر ہونا پڑا چاہے کوئی تو بھی

کمانڈر کسی غیر ملک کو فتح کر کے مغلوب رعایا کو حاضر ہونے کا حکم دیتا ہے پاکستان نہ تو کوئی مفتوحہ ملک تھا اور نہ ہی یحییٰ خان کی کمانڈ میں فوج کوئی غیر ملکی فاتح لشکر تھا جو اس قسم کا مارشل لاء نافذ کرنے کا مجاز ہوتا۔ لہٰذا یحییٰ خان کا نافذ کردہ مارشل لاء غیر قانونی تھا اور اس کے جاری کردہ تمام ضابطے اور حکم بھی غیر قانونی اور کالعدم سمجھے"

جب مارشل لاء قانون کی بالادستی کی نفی کرتا ہے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک نوآزادیہ ملک جو اپنی قربانیوں کے بعد حاصل ہوئی ہو اسے کیوں تسلیم کر لیا جاتا ہے کیا مارشل لاء کا آزادی سے لے بار بار لگنا مناسب اقدام تھے ایس ای فائنر نے اپنی مشہور کتاب

THEMAN ON HORSEBACK

میں لکھا ہے کہ

"مسلح افواج کو سول تنظیموں پر تین طرح کی برتری حاصل ہے" اولاً اعلیٰ اور نمایاں تنظیم ثانیاً ایک مدلولہ انگیز بدنیر اور ثالثاً اسلحہ کی فراوانی جنگ و جدل ان کا پیشہ ہے اور اپنے طاقت کے نشے میں سرمست رہتے ہیں اس لیے حیرت اس بات پر نہیں کہ وہ اپنے سول آقاؤں کے خلاف بغاوت کیوں کرتے ہیں بلکہ حیرت ہے کہ وہ سرے سے سول آقاؤں کو تسلیم ہی کیوں کرتے ہیں۔

خود ہی اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فائنر نے ان محرکات کا ذکر کیا ہے جو فوجوں کو مارشل لاء نافذ کرنے سے باز رکھتے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

فوج کی سیاسی سوجھ بوجھ کی کمی، فوجی مداخلت کا اخلاقی فقدان اور پھر سب سے اہم عوام کی قوت مزاحمت یا کم از کم مدافعت کا جذبہ پاکستان کے تجربے میں آخری شق یعنی عوام میں مدافعت کی کمی یا کمزوری ہی فوج کو بار بار مارشل لاء نافذ کرنے کی دعوت کے مترادف رہی ہے

ہندوستان میں حالات و واقعات ہمارے ہاں سے بہت مختلف ہیں مشرقی پنجاب میں جب سکھوں نے علیحدہ اور خود مختار ریاست کے مطالبے کے سلسلے میں بغاوت کا علم بلند کیا تو مرکزی حکومت نے پنجاب کی صوبائی حکومت کو امن قائم نہ رکھ سکنے کی بنا پر معزول کر دیا اور گورنر راج نافذ ہوا۔

وفاقی ریزرو پولیس بلائی گئی اور ساتھ ہی ساتھ گفت و شنید کا سلسلہ بھی جاری رکھا گیا جب ان سب اقدام میں ناکامی ہوئی تو فوج کو سول انتظامیہ کی مدد کے لیے بلایا گیا ادھر سکھوں نے ہندوؤں کا قتل عام شروع کر دیا اور سول انتظامیہ کو بے بس کر دیا آخر کار فوج نے سکھوں کے مقدس گردوارہ گولڈن ٹیمپل جہاں سے تمام تخریب کاری کی سرپرستی ہوتی تھی پر حملہ کیا دونوں طرف سے جدید اور بھاری اسلحہ استعمال کیا گیا اور سینکڑوں لوگ مارے گئے شہر بھر میں ہیجان بدامنی، لوٹ مار، قتل و غارت کا بازار گرم رہا چنانچہ شہر کو بھی وقتی طور پر فوج کے حوالے کر دیا گیا قتل و غارت دونوں طرف جاری رہا یہاں تک کہ سکھوں نے وزیراعظم مسز اندرا گاندھی کو بھی ہلاک کر دیا۔

جس وقت امرتسر کے حالات بالکل بے قابو ہو چکے تھے وزیراعظم کے ایک مشیر نے مقامی طور پر مارشل لاء نافذ کرنے کا مشورہ دیا لیکن اندرا گاندھی نے سختی سے اسے رد کر دیا جہاں تک بھارتی فوج کا تعلق ہے کسی جرنیل کو جرأت تک نہ ہوئی کہ مارشل لاء لگائے یا اس کی تجویز تک کرے۔

پاکستان میں عوام مارشل لاء کو اتنی آسانی سے کیوں قبول کر لیتے ہیں اور اپنے حکمرانوں کو خود منتخب کرنے کے عمل سے کس لیے پیچھے ہو جاتے ہیں؟ جواب اس سوال کا یہ ہے کہ پاکستانی عوام سیاسی عمل نمائندہ حکومت اور قانون کی بالادستی کے اتنے ہی عادی ہیں جتنے کسی کیمپ اور ملک کے باشندے۔ وہ محض سفاک قوت سے مغلوب ہو جاتے ہیں جس قوت کا استعمال مارشل لاء نافذ کرنے والے جرنیل کر سکتے ہیں یا کرنے کے لیے تیار ہوتے ہیں قوت کے بارے میں برٹرینڈ رسل لکھتا ہے۔

"جب طاقت ننگی ہو کر سامنے آ جائے تو پھر چاہے وہ قوت ملکی ہو یا بین الاقوامی ایسی طاقت کا استعمال زیادہ سنگدلانہ اور سفاکانہ ہو جاتا ہے۔"

بنیادی حقوق سے محرومی، جلاوطنی، قید و بند، کوڑے مارنا، سر عام پھانسیاں دینا، عدالتوں کے اختیارات کی سلبی، انتظامیہ پر مکمل کنٹرول، کرفیو، ہر قسم کی سیاسی سرگرمی کی معطلی یہ سب وہ ظالمانہ اقدامات ہیں جنہوں نے سال ہا سال میں عوام کی قوت مدافعت کو کمزور کرتے کرتے ختم کر دیا ہے اور عوام مارشل لاء کے مقابل بے بس ہو کر رہ گئے ہیں۔

بھٹو کا درمیانی زمانہ

ایوب کے دور حکومت میں بھٹو کا جھکاؤ بائیں بازو کی طرف تھا اس نے روس سے پاکستان میں تیل کی دریافت کا معاہدہ کیا چین سے سرحد کا تصفیہ اس کے دور میں ہوا۔ خاص طور پر ۱۹۶۵ء کی جنگ کے دوران اور اس کے بعد چین سے دوستی بڑھی علاوہ ازیں اس جنگ کے دوران بطور وزیر خارجہ بھٹو نے سیکورٹی کونسل میں جو تقریریں کیں (ایڈورڈ جین کو بی۔بی۔سی جیسے ذرائع ابلاغ نے اقوام متحدہ کی تاریخ میں بہترین تقریریں کہا) ان میں ہندوستان کی مخالفت بدرجہ اتم موجود تھی ان سب وجوہات کی بنا پر بھٹو امریکیوں کو ناپسند تھا لیکن جب ۱۹۷۱ء میں وہ اقتدار میں آیا تو اس نے مغربی ممالک سے اور خاص طور پر امریکہ سے دوستی کے دروازے وا رکھے SEATO اور CENTO دونوں معاہدات میں رکنیت برقرار رکھی اور جہاں سے بھی فوجی اور اقتصادی امداد مل سکی حاصل کی امریکہ سے بدستور تیسرے ملک کی وساطت سے اسلحہ خریدا۔ لیکن امریکہ کبھی بھٹو کی طرف داری پر مائل نہ ہو سکا اور اس نے بھٹو کے مخالفین سے رابطے قائم کئے اور بڑھائے مزید برآں انہوں نے پاکستان فوج سے بھی براہ راست رابطہ کیا۔

اگست ۱۹۷۶ء میں ہنری کسنجر بطور سیکرٹری آف سٹیٹ امریکہ پاکستان کے دورے پر آئے اس نے بھٹو کو اقتصادی اور سیاسی امداد کی پیشکش کی اور شرط یہ رکھی کہ پاکستان ہندوستان کے مقابلے ایٹمی توانائی حاصل کرنے کی کوشش سے دست بردار ہو جائے۔

بھٹو نے جیسا کہ اس کی شخصیت سے متوقع تھا، ہنری کسنجر کو ٹھکرا دیا۔

اس پر ہنری کسنجر نے تمام ادب، لحاظ اور پروٹوکول کو بالائے طاق رکھتے ہوئے دھمکی دی کہ ہم تمہاری حکومت کا تختہ الٹ دیں گے اور خود تمہاری ذات کو ایک ہولناک مثال بنا دیں گے۔

ایک ایسے دوست ملک جس کے ساتھ پاکستان کے نصف درجن دوستی اور امداد باہمی کے معاہدے موجود تھے اور جس کا بار بار طوطا چشمی کے باوجود پاکستان نے نظریاتی سطح پر کبھی ساتھ نہیں چھوڑا تھا، اس ملک کی

آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں

علم کا سفر

میاں محمد ملک کے قلم سے

جھلکیاں

- علم سے متنفر ہو کر اسکول کو خیرباد کہنے والا علم کا بحر بیکراں۔
- بغداد میں یوسف اعوان نے انگریز کے خلاف بغاوت کر کے پگڑی کی لاج رکھ لی۔
- صدر ایوب جب فیروز پور کے تربیتی کیمپ میں کمپنی کمانڈر تھے۔
- مغربی حکماء میں اقبالؒ کا مثیل اور محدث دہلویؒ کی نظیر کوئی نہیں ہے۔
- مسلمان سائنس کو بالآخر مذہب کے ماتحت کریں گے۔
- فیلڈ مارشل الیگزینڈر کی زیر نگرانی کورٹ مارشل
- حضرت زبیرؓ کا ہمسایہ قیدی
- ایک شخص کی خاطر لاکھوں فوجیوں کی بغاوت کا خطرہ مول نہ لیں۔ (بادشاہ وقت کا فرمان)

اس کے علاوہ اور بہت کچھ۔

کینہ پروری کی یہ انتہا اپنی مثال آپ ہی نہ سکتی ہے بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ ہنری کسنجر کی دھمکی سوچی سمجھی امریکن قومی پالیسی تھی، وہاں پالیسی جو اپنے حواری ممالک سے رتی بھر حکم عدولی کی متحمل نہیں ہوتی مارچ ۷۷ ۱۹ء میں جنرل الیکشن کا اعلان ہو چکا تھا مخالف سیاسی پارٹیاں تو بہت تھیں لیکن کسی ایک میں اتنی جان نہیں تھی کہ پیپلز پارٹی کا مقابلہ کر سکے مخالف پارٹیوں میں دائیں اور بائیں بازو کے عناصر تھے اور اکثر تو ایک دوسرے سے بات کرنے کی روادار نہیں تھیں لیکن اچانک سب میں ایک سمجھوتہ ہو گیا آپس کے اختلافات بالائے طاق رکھ دیے گئے اور ایک نیا اتحاد جس کا نام پاکستان قومی اتحاد

PAKISTAN NATIONAL ALLIANCE.

رکھا گیا معرض وجود میں آیا گویا ہنری کسنجر کی دھمکی اب عملی صورت میں ظہور پذیر ہو رہی تھی۔ پی۔ این اے کی تنظیم اور اس کے وسائل اس بات کی دلیل تھے کہ کوئی بیرونی ہاتھ اس کی پشت پناہی کر رہا ہے بھٹو کا خیال ہے کہ

"جس بات کی مجھے توقع نہیں تھی اور جس نے مجھے حیرت میں ڈال دیا۔ وہ حزب مخالف کی منظم پشت پناہی تھی انکشاف یہ ہوا کہ یہ سلسلہ وسط دسمبر ۷۶ ۱۹ء سے شروع ہو چکا تھا۔

جنوری ۷۷ ۱۹ء سے باقاعدہ ڈیولپمنٹ شروع ہو گئیں کہ کوئی خفیہ ہاتھ پی۔ این۔ اے سے ۔۔۔ سب اسی ماہ میں رفیع رضا وزیر پیداوار نے ساڑھے چار گھنٹے کی طویل ملاقات میں مجھے مفصل طور پر آگاہ کیا کہ قومی اتحاد یعنی پی این اے معرض وجود میں آ رہا ہے اس نے یہ بھی بتایا کہ اس اتحاد کا صدر کون ہو گا دیگر عہدیداران کون ہوں گے۔

اس اتحاد کے لائحہ عمل، مقاصد اور نیت کے متعلق بھی اس نے مفصل بتایا اور آخر میں میرے سامنے تین نعم البدل (ALTERNATIVES) رکھے۔

اول" کہ میں ایٹمی ری پروسیسنگ پلانٹ کے قضیے کو ختم کر دوں ثانیاً" کہ میں اتنی بات ملتوی کر دوں۔ اور

ثالثاً نہایت خطرناک نتائج کے لئے تیار ہو جاؤں۔

بھٹو کے کہنے کے مطابق انتخابات میں پی این اے نے بے دریغ پیسہ خرچ کیا لیکن اس کے باوجود پی این اے حکمران پارٹی کو شکست نہ دے سکی۔ اب پلان کا دوسرا دور شروع ہوا اور انتخابات میں دھاندلی کا الزام لگا کر حکومت کے خلاف ملک بھر میں شدید ہنگامے شروع کرا دیئے گئے اطلاعات کے مطابق ان ہنگاموں پر سی۔ آئی۔ اے نے اتنا روپیہ صرف کیا کہ کراچی میں ڈالر کی قیمت گر گئی ورنہ تاریخ برصغیر میں اتنی سی بات پر مسلسل اتنے ہنگامے کہیں نہیں ہوئے خود حزب اختلاف کو اعتراف تھا کہ نہ تو کوئی واحد پارٹی اور نہ ہی سب کے سب مل کر بھی حکمران پارٹی کی مقبولیت کا مقابلہ کر سکتے ہیں، پیپلز پارٹی کی کامیابی کو ایک اچنبھے کی بات نہ تھی کہ ملک کے کونے کونے میں بیک وقت اتنا منظم اور طویل احتجاج ہوتا، جانوں کا ضیاع ہوتا، انتظامیہ کی تمام تر طاقت استعمال ہونے کے باوجود احتجاج، ہنگاموں، لوٹ مار اور آتش زنی کی صورت میں قائم رہتا۔

بالآخر پی۔ این۔ اے اور حکومت کے درمیان طویل مذاکرات ہوئے اور بہت سی لے دے کے بعد طے ہو گیا کہ الیکشن دوبارہ ہوں الیکشن کی تاریخ بھی مقرر ہو گئی اور درمیانی وقفہ میں انتظامات پر بھی فیصلہ ہو گیا۔

پورے عہد نامے کا ڈرافٹ تیار ہو گیا اور صرف اس پر دونوں فریقوں کے دستخط ہونے باقی رہ گئے اسی اثنا میں ملک بھر میں امن قائم ہو گیا، بنائے گئے منصوبے جو پبلک کو بتائی گئی تھی، جس کے تحت پبلک کو گلیوں اور بازاروں میں لایا گیا تھا مفقود ہو گئی اور لوگ بے چینی سے گھروں میں بیٹھ کر مذاکرات اور ان کے نتیجے کا اور پھر نئے الیکشن کا انتظار کرنے لگے ان مذاکرات کی کامیابی ملک اور قوم کے لئے تو بے شک نیک شگون تھی لیکن پس پردہ وہ جو پتلیوں کا ناچ نچا رہے تھے قدرے مایوس ہوئے لیکن ابھی ان کے مہرے باقی تھے لہٰذا پی۔ این اے کے کچھ لیڈر صاحبان جو مذاکرات میں شامل نہ تھے

انہوں نے ڈرافٹ عہد نامہ نامنظور کیا اور خفیہ طور پر فوج کو دعوت دی کہ وہ میدان میں آئے اور اقتدار سنبھالے فوج کے سربراہان پہلے سے ہی تیار بیٹھے تھے عوام کو سمجھ نہ آ سکا کہ کیا ہو رہا ہے، الائنس کے لیڈران جنہوں نے ان کو ہنگاموں پر قصبوں، گلی بازار میں گولیوں کا سامنا کروایا۔ آگیں لگوائیں اور یہ سب اس لئے کہ الیکشن میں دھاندلی ہوئی تھی، اس لئے کہ الیکشن دوبارہ ہوں اور اب جب چاروں طرف سے خبریں آ رہی تھیں کہ حکومت دوبارہ الیکشن کرانے کے لئے تیار ہے اب جبکہ مکمل امن ہو چکا تھا تو اس وقت فوج کی مداخلت کا کیا جواز تھا اس سے پیشتر اس کے کہ عوام یہ سوال اپنے لیڈروں سے پوچھیں ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا وطن عزیز میں تیسرا مارشل لاء تھا

ضیاء الحق کا حکومت پر قابض ہونا

جس وقت پی۔ این۔ اے ملک میں ہنگامہ آرائی میں مصروف تھی اسی دوران میں امریکی سفیر مقیم پاکستان کا تبادلہ ہو گیا جنرل ضیاء الحق کمانڈر انچیف پاکستان آرمی نے ایک شاندار الوداعیہ سفیر کے لئے اپنے گھر پر دیا میں اس وقت اسلام آباد میں بطور سیکرٹری داخلہ حکومت پاکستان تعینات تھا اور مجھے بھی اس الوداعیہ میں شرکت کا دعوت نامہ ملا۔ مجھے کچھ ایسا محسوس ہوا کہ یہ دعوت کچھ زیادہ ہی پر تکلف اور اہتمام میں بڑی منفرد تھی کسی سفیر کے تبادلے پر عام طور پر وزارت خارجہ میں ایک عام سی دعوت دی جاتی ہے اگر سفیر بہت اہم ملک کا ہو تو دعوت نامے سیکرٹری یا زیادہ سے زیادہ وزیر خارجہ کے نام سے جاری ہوتے ہیں فوج کے سربراہ عموماً ایسی دعوتیں نہیں کرتے بلکہ وہ تو سفیروں کی طرف سے دی گئی دعوتوں پر بھی کم ہی جاتے ہیں تا آنکہ کوئی خاص موقع جیسے کسی ملک کا قومی دن منایا جا رہا ہو وہاں بھی فوج کے سربراہ شاذ ہی جایا کرتے ہیں میرا ماتھا ٹھنکا اگلے دن میں نے وزیراعظم سے ضمناً ذکر کیا بھٹو جو نہایت زیرک انسان تھے، میرا مطلب سمجھ گئے اور خاموش ہو گئے جب وہ سپریم کورٹ میں اپنے خلاف قتل کے مقدمے

میں بیان دے رہے تھے تو انہوں نے اس بات کا بھی ذکر کیا کہ میرے سیکرٹری وزارت داخلہ نے مجھے اس واقعہ سے آگاہ کیا تھا اور ایک طرح آنے والے حالات کی طرف اشارہ بھی۔

جب پی۔ این۔ اے کی تحریک زوروں پر تھی تو قائم مقام امریکی سفیر کی ٹیلیفون پر ایک اور سفارت کار سے گفتگو پاکستان انٹیلی جنس کے محکمے نے ٹیپ کر لی۔ اور وزیراعظم کو سنائی۔ گفتگو جو ٹیپ کا مرحلہ تھا، بھٹو ختم ہو گیا اور کھیل بھی ختم ہو گیا انگریزی میں الفاظ تھے

BHUTTO IS FINISHED
THE PARTY IS OVER

یہ کہنا بعید از قیاس نہیں ہو گا کہ اس وقت تحریک کو چلانے والے یا تو امریکی سفارت خانہ میں موجود تھے یا ان کے بہت قریب تھے جو کہ لمحہ بہ لمحہ تحریک کی شدت یا کامیابی کی اطلاع سفارت خانے کو پہنچ رہی تھی چونکہ ان کی دانست کے مطابق تحریک مکمل طور پر پلان کے مطابق چل رہی تھی اور کامیابی سے ہمکنار تھی سفیر صاحب نے کسی احتیاط کی ضرورت نہ سمجھتے ہوئے کھلے الفاظ میں اپنے دل کی بات ٹیلیفون پر کہہ دی۔

اس گفتگو کے اگلے ہی روز بھٹو نے اسمبلی کا اجلاس بلایا ہوا تھا جس میں انہوں نے خود خطاب کرنا تھا اس تقریر میں بھٹو نے امریکی سفیر کی یہ گفتگو دہرائی اور بڑے جوش سے کہا THE PARTY IS NOT OVER یعنی کھیل ختم نہیں ہوا۔

لیکن یہ بھٹو مرحوم کی خام خیالی تھی سی۔ آئی۔ اے کے ہاتھ کتنے لمبے ہیں اور یہ کہ ان کا کاٹا پانی نہیں مانگتا انہیں اندازہ ہی نہیں تھا۔

سی آئی اے کے اشتراک ایسی مہمات کا فخر سے ذکر کرتے اداروں کے متعلق لکھے ہوئے ہیں ایران میں مصدق مرد آہن بن کر نمودار ہوا اس نے ایران تیل پر انگریزوں کی اجارہ داری ختم کی شاہ کے مقابلے میں عوام کو سرچشمہ اقتدار ہونے کا تصور قائم کر کے چاہا شاہ ایران کو کھلا کر ملک چھوڑ کر چلا گیا تب سی۔ آئی۔ اے کے دو ماہرین تہران آئے انہوں نے ڈالروں کے تھیلوں کے منہ کھول دیئے اور دو دن کے اندر مصدق کے خلاف ایسی تحریک چلائی کہ بیچارے وزیراعظم نے روتے ہوئے استعفیٰ دے دیا اس کے بعد شاہ ایران واپس تہران آیا اور دوبارہ صاحب اقتدار بنا جنوبی امریکہ کی ریاستوں میں آئے دن یہی تماشا ہوتا رہتا ہے۔

مارشل لاء کی حکومت ہمیں پھر اسی حیثیت میں لے آئی ہے جہاں ایوب اور یحییٰ نے پہنچا دیا تھا امریکی سریع الحرکت فوج RAPID DEPLOYMENT FORCE کے لئے بلوچستان کے ساحل پر گوادر کی بندرگاہ کو اور بندرگاہ کے پیچھے بہت سے علاقے کو تیزی سے اس قابل بنایا گیا ہے کہ ضرورت پڑنے پر یہ افواج اپنے ڈیگو گارسیا اور فلپائن کے BASES سے چل کر بحیرہ عرب میں آجائے اور گوادر سے نہ صرف خلیج کے ملک تیل کے ذخائر کی حفاظت کر سکے بلکہ خود پاکستان پر بھی نظر رکھ سکے اس طریقے سے پاکستان کی سرزمین پر کسی مستقل اڈے کی ضرورت نہیں رہی اور حکومت پورے اعتماد کے ساتھ عوام کو یقین دلا سکتی ہے کہ ہم نے امریکہ کو کوئی اڈے فراہم نہیں کئے بعض سیاستدانوں کے حالیہ بیانوں کے مطابق بلوچستان میں ایک نہیں بہت سے ایسے مقام تیار کئے گئے ہیں جہاں امریکی فوج اتر سکتی ہے امریکی ایڈمرل تھامس موسے ایک فوجی رسالے STRATEGIC REVIEW میں لکھا ہے کہ جو سہولتیں ایران کے انقلاب کی وجہ سے ناپید ہو گئی ہیں وہ گوادر کی بندرگاہ نے پوری کر دی ہیں اسلئے گوادر کو باقاعدہ امریکی بحریہ کا اڈا بنا دینا ہے اور پشاور کے قریب بڈابیر والے ہوائی اڈے کو دوبارہ کھول دینے کا مطالبہ کیا ہے اس رسالے میں ایک اور اہم ریسرچ سے شعبہ کے اہم رکن فرانسس فوکایامہ نے ایڈمرل موسے سے اتفاق کیا ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی مطالبہ کیا ہے کہ کراچی کی بندرگاہ کو سریع الحرکت فوج کے استعمال کے لئے تیار رہنا چاہیئے نیز وہ یہ بھی لکھتا ہے کہ اپنی سریع الحرکت فوج کو حرکت میں لانے سے پہلے پاکستان کی فوج کو بطور ہر اول دستہ استعمال کرنا مناسب ہوگا اگرچہ اور پاکستان حکام ان تمام انتظامات کی نفی کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ محض اعتراض برائے اعتراض ہے ورنہ کوئی ایسا کاروبار موجود نہیں ہے تو اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ کسی بندرگاہ اور اس کے نواحی علاقہ میں اتنی ترقی اور تعمیر مشورہ کی کر تو ہو نہیں سکتی جو کسی کو نظر نہ آئے ایک اور STRATEGIST جو غالباً جرمن نژاد ہے جس کا نام LAWNULIFSCHULTZ ہے حالیہ فار ایسٹرن اکنامک ریویو FAR EASTERN ECONOMIC REVIEW کے ۱۱ دسمبر ۱۹۸۱ء کے شمارے میں ایڈمرل موسے اور فرانسس فوکایامہ دونوں کے نقطہ نظر کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"امریکہ کے فوجی ماہرین توقع کرتے ہیں کہ ان نئے انتظامات میں ہر قسم کی فوجی ضروریات اور سہولتیں مہیا ہوں خصوصاً فوجی طور پر وہاں، یعنی گوادر وغیرہ میں، بھاری مقدار میں سازوسامان اور گولہ بارود مہیا کیا جائے تاکہ سریع الحرکت فوج امریکی قوت کو عمل میں برقرار رکھنے کا یہی طریقہ ہے۔

مارشل لاء حکومت نے امریکہ کو پاکستان کی سرزمین سے سوویت یونین کے خلاف پروپیگنڈا کرنے کے لئے "فری یورپ" اور "ریڈیو لبرٹی" کے ذرائع ابلاغ کو اسلام آباد میں دفتر بنانے کی اجازت بھی دے دی جس پر روس نے پاکستان سے سخت احتجاج کیا اور خود پاکستان میں کئی سیاستدانوں نے اس اقدام کے خلاف آواز اٹھائی۔

۱۹۷۷ء کا مارشل لاء

پہلے اور دوسرے مارشل لاء کے زمانے میں میں ایک جونیئر افسر تھا اور اس وجہ سے مارشل لاء کے نفاذ سے براہ راست کوئی سروکار نہ تھا ۱۹۷۷ء میں میں سیکرٹری وزارت داخلہ تھا اور اس عہدے کے اعتبار سے مجھے کافی اونچی سطح پر انتظامی امور میں دخل حاصل تھا۔ شب درمیان ۴ اور ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو دو دیگر سیکرٹری صاحبان نے آدھی رات گئے مجھے ٹیلیفون کیا اور کہا کہ کچھ فوجی افسران ان کے گھروں میں وارد ہوئے ہیں اور انہیں جی ایچ کیو لے جانے پر مصر ہیں۔ یہ سیکرٹری صاحبان، ظاہر ہے کہ بدحواس اور بے چین ہو رہے تھے کہ یہ غلطی کہیں پر چاند ہو گئی ہو ثابت ہو۔ میں نے لیفٹیننٹ جنرل غلام جیلانی جو ان دنوں انٹر سروسز انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل تھے کو فون کیا پہلے فون پر تو جیلانی صاحب نے کمال معصومیت کے ساتھ لاعلمی کا اظہار کیا لیکن ایک آدھ گھنٹہ کے بعد جب میں نے دوبارہ فون کیا تو فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ فوج نے حکومت سنبھال لی ہے۔ ظاہر ہے کہ حسب سابق اس مرتبہ بھی جرنیلوں نے تمام انتظامات پہلے سے مکمل کر رکھے تھے۔ سب سے پہلے فیڈرل سیکورٹی فورس FEDERAL SECURITY FORCE پر جو جدید اسلحے سے لیس تھی حملہ ہوا۔ چاروں طرف سے ناکہ بندی کر کے اس کے تمام اسلحہ خانوں، گاڑیوں، دفتروں اور بارکوں پر قبضہ کر لیا گیا۔ ڈائریکٹر جنرل مسعود محمود نے مزاحمت کرنے کی کوشش کی یہ کوشش اتنی ہی تھی کہ جب اس کے گھر پر چھاپہ مار فوجی افسران پہنچے تو اس نے اپنے کمرے کا دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا اور S.O.S. کے ٹیلیفون کرنے شروع کر دیئے اس صورت میں

نہ تو میں کچھ کر سکتا تھا اور نہ ہی مسعود محمود۔ بہرحال میں نے اسے جنرل غلام جیلانی سے گفتگو کا حوالہ دے کر سمجھایا کہ مزاحمت کرنا بے سود اور مہلک ہو سکتا ہے نقصان دہ بھی ہو۔ مسعود محمود کو تسلی نہ ہوئی۔ تب میں خود اس کے گھر جو قریب ہی تھا چلا گیا پھاٹک کے پاس اس کی بیوی اور دونوں بچے کھڑے تھے۔ مسعود محمود کو زخم افسران دروازہ توڑ کر لے جا چکے تھے۔ میں نے مسعود محمود کی بیوی کو مناسب الفاظ میں تسلی دی اور بچوں کو بھی حوصلہ دیا اگلے روز بڑے بچے کا میٹرک کا امتحان تھا۔ دیگر افسران بشمول ڈائریکٹر انٹیلی جنس (رسول) سیکرٹری وزیراعظم سیکرٹری کیبنٹ (CABINET) ڈائریکٹر جنرل ایف آئی اے (F.I.A.) جو سابقہ ڈائریکٹر انٹیلی جنس تھا سب گرفتار ہو کر جی ایچ کیو اور وہاں سے مختلف مقامات پر پہنچا دیئے گئے جہاں ان سے تفصیلی پوچھ گچھ (INTERROGATION) ہونی تھی۔ وزیراعظم جن کو چند گھنٹے بیشتر جنرل ضیاء الحق نے اپنی اور تمام فوج کی وفاداری کا یقین دلایا تھا۔ معہ تمام وزراء کے گرفتار کر لیے گئے حزب اختلاف کے چیدہ چیدہ اکابرین گرفتار ہوئے اگلی صبح جنرل ضیاء الحق کمانڈر انچیف پاکستان آرمی نے اپنے آپ کو چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ہونے کا اعلان کر دیا اور اس طرح ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو جب صبح سورج طلوع ہوا تو ملک میں تیسرا مارشل لاء نافذ ہو چکا تھا۔ رات کی کارروائی مکمل ہو گئی تو جنرل ضیاء الحق نے سپریم کورٹ کے چیمبر میں چیف جسٹس جسٹس محمد یعقوب علی خان سے ملاقات کی اور ان کی مشورے کی فرمائش کی۔ جیسا کہ بعد کے حالات سے ظاہر ہوا۔ اس مشورے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ جرنیلوں نے اپنا پلان اور پروگرام مفصل طور پر پہلے ہی سے طے کیا ہوا تھا۔ تاہم جنرل ضیاء الحق نے کہا کہ یہ مارشل لاء عارضی اور صرف نوے دن کے لیے ہے مقصد اس کا ملک میں فضا کو خوشگوار بنانا اور انتخابات کی راہ ہموار کرنا ہے۔ چیف جسٹس نے مشورہ دیا کہ اول آئین کو بالکل نہ چھیڑا جائے۔ دوم کوئی فوجی عدالتیں قائم نہ کی جائیں۔ سوم صدر پاکستان (چوہدری فضل الٰہی) کو اپنے عہدے پر برقرار رکھا جائے۔ جنرل ضیاء الحق نے یقین دلایا کہ مارشل لاء کی انتظامیہ سول انتظامیہ کو امن برقرار رکھنے کے

نظام حکومت میں دخل انداز نہ ہو اور اپنے مقرر کردہ قلیل عرصے کے بعد اختیارات واپس سول انتظامیہ کو لوٹا کر مارشل لاء ختم کر دے۔ اور فوج واپس اپنی بیرکوں میں چلی جائے گی۔ علاوہ بریں اگر اس نوے دن کے دوران کوئی فرد یا جماعت مارشل لاء کو سپریم کورٹ میں چیلنج کرتی ہے تو عدالت اپنے سابقہ فیصلے (عاصمہ جیلانی کیس) کی پابند ہے۔ جنرل ضیاء الحق نے چیف جسٹس کو یقین دلایا کہ ان تمام مشوروں اور مارشل لاء انتظامیہ سختی سے کاربند رہے گی۔ چیف جسٹس نے اس تمام گفتگو کو من و عن ریکارڈ کیا اور ایک ایک کاپی سپریم کورٹ کے ہر جج کو روانہ کر دی اور ایک کاپی سپریم کورٹ کے ریکارڈ میں محفوظ کر دی۔

جنرل ضیاء الحق اور چیف جسٹس سپریم کورٹ کے درمیان یہ گفتگو صبح دس بجے کے قریب ہوئی۔ اس کے فوراً بعد مجھے ٹیلیفون آیا آواز جنرل ضیاء الحق کی تھی۔ فرمایا "چوہدری صاحب ملاقات ہو سکتی ہے؟" میں نے عرض کیا حکم دیں۔ بارہ بجے کا وقت طے ہوا اور میں جی ایچ کیو ٹھیک وقت پر پہنچ گیا۔ مجھے دیکھتے ہی چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے اپنا دایاں ہاتھ سینے پر رکھا اور کہا یہ اقدام میں نے نہایت ہی مجبوری اور دکھ سے کیا ہے۔ مزید کہا کہ میرا کوئی ارادہ اپنے آپ کو سول انتظامیہ کے بکھیڑوں میں ڈالنے کا نہیں ہے۔ میرا اپنا فوج کا کام ہی مجھے ہمہ وقت مصروف رکھتا ہے۔ لہٰذا وزارت داخلہ کا سب کام میں خود ہی کرتا رہوں۔ پھر مجھ سے دریافت کیا کہ مارشل لاء کے متعلق عوام کا کیا ردعمل ہو گا۔ میں نے جواب دیا کہ یہ پہلا مارشل لاء تو ہے نہیں اس لیے عوام کا ردعمل بتا سکیں یہ دیکھا ہوا ہو گا وہ جاننا چاہیں گے کہ اس کا جواز کیا ہے یہ کب تک رہے گا اور ملک کے آئین کے ساتھ مارشل لاء انتظامیہ کیا سلوک کرے گی۔ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے بڑے اعتماد اور اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ کہا کہ میں اور میرے رفقاء ان تمام باتوں کے متعلق پورے اتفاق رائے سے نہایت واضح موقف رکھتے ہیں۔ مارشل لاء لگانے کا مقصد حکومت اور حزب اختلاف کے درمیان کشیدگی کی فضا کو خوشگوار بنانا ہے جس

مقصد کے لیے تین ماہ کا عرصہ مقرر ہے اور اس مدت میں ایک دن کا بھی اضافہ نہیں ہو گا آئین کو ہرگز نہیں چھیڑا جائے گا۔ صرف تین ماہ کے لیے معطل کیا جائے گا تاکہ امن عامہ برقرار رکھنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ چوہدری فضل الٰہی بدستور پاکستان کے صدر رہیں گے میں نے عرض کیا کہ اس صورت میں عوام کا ردعمل منفی نہیں ہو گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ نسبت سے لوگ اسے اطمینان کا باعث سمجھیں۔

(یہاں ایک گزارش ضروری ہے..... جنرل ضیاء الحق کی مندرجہ ذیل تقریر اور بعد میں آئین اور اس کی ترامیم کا اردو ترجمہ اور مختصر متن یا اقتباس دیئے گئے ہیں۔ مکمل متن کتاب کے آخر میں انگریزی میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔)

۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو پاکستان ٹیلی ویژن پر تقریر کرتے ہوئے جنرل ضیاء الحق نے کہا۔

"میں خدائے بزرگ و برتر کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے موقع دیا کہ میں اس ملک کی عظیم قوم سے خطاب کروں آپ نے سن لیا ہو گا کہ ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت ختم ہو گئی ہے اور اس کی جگہ ایک عبوری حکومت قائم ہو گئی ہے.....

ابھی تک جو ردعمل اس اقدام کا ہوا ہے حوصلہ افزا ہے ...... جس کے لیے میں قوم کا اور بہادر اور مومن افواج کا شکر گزار ہوں......

فوج کا اقتدار سنبھالنا کبھی خوشگوار اقدام نہیں ہے بلکہ ہماری فوج واقعتاً چاہتی ہے کہ ملک کی حکومت عوام کے منتخب نمائندوں کے ہاتھ میں رہے

بقیہ: شکار

"اور تم جس کام کے لئے آئے تھے اس کا کیا بنے گا؟"

"کون سا کام؟"

"بھول گئے؟ تم خان کا حکم بھول گئے۔ جانتے ہو اس کا نتیجہ کیا ہو گا؟"

"جانتا ہوں لیکن تم مجھے یاد کیوں دلا رہے ہو؟"

"میں تمہارا خیر خواہ اور دوست ہوں۔ تم جانتے ہو پھانسی کے کتنے پھندے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ ذرا انگلیوں پر گن کر دیکھو آج تک کتنے خون کر چکے ہو؟ ایک..... دو..... تین....."

"نہیں! مجھے یاد نہ دلاؤ۔" اس نے آنکھیں کھول دیں۔

"اب صرف ایک خون اور باقی ہے۔" اس نے بڑبڑا کر کہا۔

"پھر کیا ہو گا؟" خانو نے دوست سے پوچھا۔

"میں خود اپنے ہاتھ سے پھانسی کا پھندا گلے میں ڈال لوں گا۔"

☆ ☆ ☆

خان محمد کو زری سے محبت تھی۔ وہ اس کے چچا کی بیٹی تھی اور ایک سیدھی سادی سی لڑکی بچپن سے اس کی زندگی میں داخل تھی۔ جب وہ جوان ہوئے تو اسے یوں لگا جیسے وہ اور زری ایک ہی وجود میں ڈھل گئے ہوں۔ پھر زری اس کی منگیتر بن گئی۔ وہ اپنے علاقے کی روایات کے مطابق فوج میں بھرتی ہو جاتا لیکن ماں باپ کا اکلوتا بیٹا تھا۔ وہ اسے اپنے سے دم بھر کو بھی جدا کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ اسے دودھ گھی اور مکھن کھلا کر پالا گیا تھا۔ جوانی آئی تو اس کے جسم میں طاقت کا بےپناہ سیلاب امڈ آیا۔ وہ پنجہ لڑانے کبڈی کھیلنے اور کشتی لڑنے میں بہت جلد اپنے علاقے میں مشہور ہو گیا۔ کوئی کوئی جوان تھا جو اس کی للکار پر اس کے مقابلے میں آتا تھا۔

خان اکبر خان اس علاقے کا سرکردہ آدمی تھا۔ بہت سی زمینوں کا مالک۔ ارد گرد کے علاقے پر اس کا دبدبہ۔ وہ گویا اس علاقے کا بےتاج بادشاہ تھا۔ کوئی اس کے سامنے دم نہ مار سکتا لیکن یہ عجیب بات تھی کہ وہ اپنے علاقے میں ذرا سی ابھرتی ہوئی طاقت سے بھی خائف ہو جاتا۔ یہ طاقت جسمانی ہو یا روحانی اس کا تعلق دولت سے ہو یا سیاست سے وہ اسے اپنے اقتدار کے لئے چیلنج سمجھتا اور کلے نکلنے کے گھبروؤں کو اپنی نظر میں رکھتا جوں ہی خان محمد کی ابھرتی ہوئی طاقت اس کی نگاہوں میں کھٹکی اس نے سوچا یہ طاقت ابھی جسم تک محدود ہے یہ گبھرو آگے چل کر خطرناک بن سکتا ہے۔ اس پر ابھی سے پھانسی کا پھندا ڈال دو۔

(بقیہ مشہور شکار ... میں)

اردو ادب کے شاہکار افسانوں سے انتخاب

شکار

غلام الثقلین نقوی

اس نے تکیے سے باہر ان کی ایک جھکی ہوئی شاخ کے ساتھ لگام کو بل دے کر گھوڑے کو باندھا اور اس کی گردن پر تھپکی دے کر کہا۔ "دیکھو بیٹا! کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو کہ تم یہاں ہو"۔ کمیت گھوڑے نے اسے بڑی بڑی آنکھوں سے دیکھا اور یوں لگا جیسے وہ اس کی بات سمجھ گیا ہو۔

یہ ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ رات کے اندھیرے میں اس کے نقوش واضح نہیں تھے۔ یقیناً سارے مکان کچے تھے۔ کسی کسی گھر میں دیا جل رہا تھا۔ گاؤں سے باہر تکیہ تھا اور اس کے ساتھ ملا ہوا ایک چھوٹا سا قبرستان۔ اس میں او کاں' ون اور جنڈ کے درختوں کا جھنڈ تھا۔ اس قبرستان میں صرف ایک قبر پکی تھی اور اس کے سرہانے ایک جھنڈا لہرا رہا تھا۔ مزار کے تعویذ پر چادر بچھی تھی اور طاقچے میں دیا جل رہا تھا۔ تکیے اور قبرستان کا رکھوالا سائیں گاؤں میں روٹیاں مانگنے گیا ہوا تھا۔ اس سے ذرا آگے گاؤں میں داخل ہونے والی گلی شروع ہوتی تھی۔ یہاں ایک چھوٹی سی مسجد تھی۔ مسجد کے اندر دیا ٹمٹما رہا تھا۔

اتنے گھپ اندھیرے میں دیئے کی ٹمٹماہٹ جگنو کی چمک معلوم ہوتی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چل کر مسجد کے صحن میں آیا۔ ابھی تک مسجد خالی تھی۔ صحن میں پانی کا ایک مٹکا بھرا ہوا دھرا تھا۔ اس کے اوپر ڈھکنے پر ایک پیالہ رکھا تھا۔ اس نے پیالے سے لوٹے میں پانی ڈالا اور سوچنے لگا۔ "میں نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے مدت سے نماز نہیں پڑھی تھی اور آج بھی وہ یہاں نماز پڑھنے تو نہ آیا تھا۔"

"مسجد پاک جگہ ہے' اور اس میں وضو کر کے داخل ہونا چاہئے۔" اسے ایک بھولا ہوا سبق یاد آ گیا۔ اس نے جلدی جلدی وضو کیا۔ "کیا میں نے وضو ٹھیک سے کیا ہے؟"۔ اس نے اپنے آپ سے پوچھا۔ "میں نہیں جانتا۔" وہ مسجد کے اندر داخل ہوا۔ محراب کے پاس ایک طاقچے میں دیا رکھا ہوا تھا۔ کڑوے تیل کی بو ہر

طرف پھیلی ہوئی تھی۔ کھلے دروازے سے ٹھنڈی ہوا کا ایک ہلکا سا جھونکا اس کے اندر داخل ہوا' تو دیا پھر جگنو کی طرح ٹمٹمایا۔ اس ٹمٹماہٹ پر اس کی یادوں کی گہرائی میں کوئی ایک کونہ روشن ہو گیا۔ اسے اپنا بچپن یاد آ گیا۔ جب وہ اپنے گاؤں کے مولوی صاحب سے قرآن پڑھتا اور نماز سیکھتا تھا۔ اس کے علاقے کے لوگوں میں قرآن حفظ کرنے کا بڑا شوق تھا۔ اس کے دل میں بھی یہی شوق کروٹیں لیتا تھا۔ وہ ان دنوں سر گھٹواتا' اس پر صافہ لپیٹتا اور تہبند کو ٹخنوں سے اوپر رکھتا۔ اس کا باپ کہتا۔ "خانو! کہیں مولوی نہ بن جانا۔" وہ جواب میں مسکراتا اور سوچتا' میرا باپ نماز کا پابند ہے' لیکن وہ مجھے مولوی کیوں نہیں بنانا چاہتا۔ شاید اس کے نزدیک میں ایک سیدھے سادے کسان کے روپ میں ہی اچھا لگتا ہوں۔ وہ مسجد میں اذان بھی دیتا اور ہر نماز میں شریک ہوتا۔ شام کے وقت مسجد میں دیا جلاتا اور دیئے کی پہلی ٹمٹماہٹ پر اس کے دل میں ایک جگنو سا بھی چمک اٹھتا تھا۔

پھر وہ جوان ہونے سے پہلے پہلے قرآن بھی بھول گیا اور نماز کا شوق بھی اس کے دل سے جاتا رہا اور وہ جگنو بھی اپنی چمک کے ساتھ بجھ کر راکھ ہو گیا' اور آہستہ آہستہ اس کے دل میں گھپ اندھیرا چھا گیا۔ آج اس گھپ اندھیرے میں وہ جگنو ٹمٹمایا' تو اسے خوشی بھی ہوئی اور دکھ بھی......

"دکھ کس بات کا!" اس نے سوچا اور پگڑی کے پلو سے اپنے چہرے کا نچلا حصہ چھپا لیا...... مسجد خالی تھی۔ یہاں اس گاؤں میں اسے کون جانتا ہے؟ وہ کس سے چھپ رہا ہے؟ اپنے آپ سے؟ اپنے آپ سے کون چھپ سکتا ہے بھلا؟ اس کا چہرہ چھپا ہوا تھا' مگر اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں...... تیز تیز نظروں والی عقابی آنکھیں...... وہ درمیانے قد اور چھریرے بدن کا آدمی تھا۔ لمبے کرتے اور تہبند میں اس کا بدن اپنے سڈول پن کے ساتھ چھپا ہوا تھا' لیکن اس کے باوجود یوں لگتا تھا جیسے اس جسم میں بجلیاں بھری ہوں اور جب کوئی چٹان ان کے سامنے حائل ہوتی ہے تو وہ چور چور ہو جاتی ہے۔

وہ مسجد کے دور کے اس کونے میں جہاں دیئے کی روشنی بہت کم پہنچتی تھی' بیٹھا تھا۔ تب اسے باہر لوٹے میں پانی گرنے کی آواز آئی۔ کوئی نمازی آیا۔ ذرا دیر بعد اذان گونجی۔ موذن کی آواز میں عجیب سی تھرتھراہٹ تھی' جیسے رات کا اندھیرا کانپ رہا ہو۔ اندر اسے دیئے کی ٹمٹماہٹ بھی کپکپاتی سی محسوس ہوئی۔

اذان ختم ہوئی' تو موذن نے مسجد کے اندر آ کر کہا۔ "السلام علیکم"۔

"وعلیکم السلام۔" اس نے جواب دیا۔

"کچھ نمازی آ جائیں' تو نماز شروع ہو۔" اس شخص نے اس کی طرف کوئی توجہ کئے بغیر کہا "عشا کی نماز لوگوں پر بہت بھاری گزرتی ہے۔"

وہ اس سے ذرا دور بیٹھ کر تسبیح پھیرنے لگا۔ اس نے کنکھیوں سے اس شخص کو دیکھا۔ یہ ایک جوان آدمی تھا جس کے گورے چہرے پر کالی کالی خشخشی ڈاڑھی خوب پھب رہی تھی۔ وہ بھی صاف ستھرے کرتے اور تہبند میں ملبوس تھا۔ اس کے سر پر چھوٹا سا سبز رنگ کا صافہ لپٹا تھا۔ صرف ایک دو بل اور ان کے نیچے سے اس کے کالے کالے پٹے نکل کر اس کے کندھوں پر جھول رہے تھے۔ اس کی جھکی جھکی آنکھوں میں سرمے کی دھاریاں تھیں۔

"یہ وہی ہے' یہ وہی ہے۔" ایک آواز نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ اس پیغام پر اس کا دل زور زور سے دھڑکا' تو وہ حیران ہو گیا۔

"میرا دل کیوں دھڑکا؟" اس نے سوچا۔

اسی آواز نے کہا۔ "اب موقع ہے' ابھی تک کوئی نمازی نہیں آیا۔ پھر پتہ نہیں' یہ موقع تمہیں ملے یا نہ ملے۔"

"نہیں...... یہ مسجد ہے اور میں مسلمان ہوں۔ مسجد...... ایسا کام!"

"مسجد ہو یا مندر۔ برا کام برا کام ہی ہوتا ہے۔"

"دیکھو تو شکل صورت سے یہ شخص کتنا معصوم لگ رہا ہے اور ابھی یہ جوان بھی ہے اور خوبصورت بھی۔"

"پہلے تو تم کبھی اس طرح نہیں سوچتے تھے۔ تمہارے نزدیک خوبصورتی اور بدصورتی' جوانی اور بڑھاپے میں کچھ فرق نہ تھا۔ نکالو ڈب سے اپنا خنجر......"

اس کا ہاتھ اضطراری طور پر ڈب کی طرف بڑھا' تو اس شخص نے اچانک ذرا سا گھوم کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کا بڑھا ہوا ہاتھ شل ہو گیا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ بڑی معصوم اور دل آویز مسکراہٹ! اس کے دل میں پھر جگنو سا چمکا۔

اس نے پوچھا۔ "تم مسافر معلوم ہوتے ہو؟"

"ہاں!" اس نے دھیمے سے سر ہلا کر کہا۔

"تمہیں کھانا ملا؟"

"نہیں تو...... مجھے بھوک بھی نہیں۔"

"تم کہاں سے آئے ہو؟"

"جہاں سے بھی آیا ہوں' بس ایک مسافر ہوں۔"

"تم نے منہ پر ڈھاٹا کیوں باندھ رکھا ہے؟"

"یونہی۔"

"مسجد میں بیٹھ کر کس سے منہ چھپاتے ہو؟ اللہ میاں سے؟ اس کی نظروں سے کون سا چہرہ چھپ سکتا ہے؟"

اس نے کوئی جواب نہ دیا' تو وہ شخص اس سے بے نیاز ہو کر تسبیح پھیرنے میں محو ہو گیا۔ اتنے میں دو چار نمازی آ گئے۔ گاؤں کے

غریب کسان جن کے میلے کپڑوں سے ٹھنڈے موسم کے باوجود پسینے کی بھبک آ رہی تھی۔ کسی نے اس کی طرف توجہ نہ دی۔ اندھیرے کونے میں اس کا چہرہ کسی کے لئے باعث توجہ نہ بنا۔

وہ شخص اٹھ کر محراب کے اندر مصلے پر جا بیٹھا۔ اقامت ہوئی' تو صف کھڑی ہو گئی۔ وہ بھی صف میں کھڑا ہو گیا۔ اس شخص نے بڑی کیف بھری آواز میں نماز پڑھائی۔ عجیب بات تھی کہ نماز کے دوران اس کے خیالات ہر طرف سے ہٹ کر عربی کے ان الفاظ میں کھوئے رہے جن کا وہ مطلب نہیں سمجھتا تھا۔ اسے اس بات کا علم بھی نہ ہو سکا کہ کب نماز ختم ہوئی' کب اس نے نفل پڑھے اور کب آخری دعا مانگی گئی۔ جب وہ اپنے آپ میں آیا' تو مسجد خالی ہو چکی تھی اور دیا ٹمٹما رہا تھا اور خاموشی اتنی گہری ہو گئی تھی کہ وہ اپنے دل کی دھڑکن سن رہا تھا اور وہ جھنجھلایا ہوا تھا۔ اس کا شکار دام بچھا کر خود شکاری کو اس میں پھانس گیا تھا۔

"اب میں اکبر خاں کو کیا جواب دوں گا؟"

خان کی آنکھ دیئے کی لو میں چمکی۔ غضبناک آنکھ جو بڑے بڑے جیالوں کا پتا پانی کر دیتی ہے۔ خان نے کہا تھا۔ "یہ شخص خطرناک ہے۔ اگر یہ کانٹا اب نہ نکالا' تو آئندہ ہمارے لئے اس کا ختم کرنا مشکل ہو جائے گا۔" اب موقع ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ مخبر نے بتایا تھا کہ وہ عشاء کی نماز کے بعد دیر تک اکیلا مسجد میں بیٹھ کر درود و وظائف کرتا رہتا ہے۔ وہ آج نماز ختم ہوتے ہی اٹھ کر چلا گیا تھا۔

"کیا اس نے خطرے کو بھانپ لیا ہے؟" اس نے سوچا۔ "لوگ کہتے ہیں' یہ روحانی لوگ آنے والے خطرے سے آگاہ ہو جاتے ہیں۔" اس خیال پر وہ کانپ گیا۔

اکبر خاں نے جس شخص کو اپنے لئے خطرہ قرار دیا ہے' وہ تو اسے ایک سیدھا سادا شریف سا نوجوان نظر آیا تھا۔ ایسے لوگ سیاست سے دور رہتے ہیں۔ انہیں دنیا کے ہنگاموں سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ وہ جس گاؤں میں رہتا ہے اس کے باسی غریب کسان ہیں۔ وہ بھلا ان کی مدد سے خان کو کیا نقصان پہنچا سکتا ہے۔ خان کا اس علاقے پر اتنا دبدبہ ہے کہ کوئی اس کے سامنے دم بھی نہیں مار سکتا۔

"میرا ہاتھ اس شخص پر نہیں اٹھ سکے گا۔ میں نے ہمیشہ اسے شکار کیا ہے جس کا پنجہ میری گردن پر بھی پڑ سکتا ہو۔ میں فاختہ کا شکاری نہیں۔"

لیکن خان نے کہا تھا۔ "اس آدمی نے پچھلے انتخابات میں ہمارے دشمن' ملک داد خان کا ساتھ دیا تھا۔ اس نے لوگوں کو ہمارے خلاف بھڑکایا اور ملک کو اتنے ووٹ دلا دیئے کہ ہم اس کی ضمانت ضبط نہ کروا سکے۔"

آج اس شخص سے ملاقات کے بعد اس کی ذب سے خنجر نہ نکل سکا۔ اس نمازی قسم کے آدمی سے خان کو کیا خطرہ ہو سکتا ہے؟ خان تو ایک پہاڑ ہے۔ اس کے ساتھ ٹکر کون لے سکتا ہے؟

"آج میں اس کو خان کے ارادے سے آگاہ کر دوں گا اور کہوں گا کہ وہ اس علاقے سے دور چلا جائے۔ اس طرح خان کا منشا بھی پورا ہو جائے گا۔"

"نہیں..... تم خان کے آدمی ہو' اس نے جو کچھ کہا ہے' کر گزرو۔"

"میں ایسا نہیں کر سکتا۔"

"آج تمہارے قدم کیوں ڈگمگانے لگے ہیں؟ کیا تم بزدل تو نہیں بن گئے؟ اپنے آپ کو سنبھالو۔ تم خان کے آدمی ہو' تمہیں کسی کی شرافت اور نیکی سے کیا غرض۔"

"کیا میں انسان نہیں؟"

"اتنے بے گناہ لوگوں کو قتل کرنے کے بعد بھی؟"

"قاتل کے دل میں بھی انسانیت زندہ رہ سکتی ہے۔؟"

"سوچو' تو خان کے تم پر کتنے احسان ہیں؟"

"احسان؟ کون سے احسان؟"

"خان نے تمہیں کئی بار پھانسی کے پھندے سے بچایا۔ تم قانون کی نظروں سے محفوظ ہو۔ آج وہ تمہاری پیٹھ سے ہاتھ اٹھالے' تو ہزاروں پھندے تمہاری گردن میں آ پڑیں۔"

"میں نے ہر قتل خان کے کہنے پر کیا۔"

"وہ پہلا قتل بھی؟"

"ہاں..... نہیں..... وہ میرا دشمن تھا۔"

"ایسی چھوٹی چھوٹی دشمنیاں تو ہر خاندان میں ہوتی ہیں۔ وہ تمہارا چچیرا بھائی تھا۔ اس نے تمہاری منگیتر تم سے چھین لی تھی۔ وہ اس کی بہن تھی۔ اسے اس فیصلے کا حق حاصل تھا۔ یہ ایک خاندانی تنازعہ تھا۔ تم صبر سے کام لیتے' تو شاید وہ اپنا فیصلہ بدل لیتا۔ تم نے کتنی جلدی کی' تمہارا خون جوش میں آ گیا۔ تمہاری ذب سے خنجر اپنے آپ نکل گیا۔ تم نے اس کے گھر جا کر اسے زخمی کر دیا۔ وہ مر گیا' لیکن تمہاری منگیتر تمہیں نہ مل سکی۔"

"تم مجھے یہ سب کچھ کیوں یاد دلا رہے ہو؟"

"تم خان کی پناہ میں چلے گئے۔ پولیس تم پر ہاتھ نہ ڈال سکی۔ زری تمہاری جانی دشمن بن گئی۔ اس نے قسم کھائی کہ جب تک وہ اپنے بھائی کا انتقام نہیں لے گی' چین سے نہیں بیٹھے گی۔ تم نے اس کے ارادے میں خنجر کی خونی چمک دیکھی اور پردے میں چھپ گئے۔ تم غاروں میں چلے گئے' جنگلوں میں پناہ لی اور ڈاکے ڈالنے شروع کر دیئے۔ لوگ خالو ڈاکو کا نام سن کر کانپنے لگے اور تم سمجھنے لگے کہ تم دنیا کے حکمران ہو۔ ساری دنیا تم سے ڈرتی ہے۔"

"مردوں سے ایسی غلطیاں ہو ہی جاتی ہیں۔"

"مردوں سے نہیں' بزدلوں سے۔ مرد خنجر کو اپنا مالک نہیں' غلام بناتے ہیں' بزدل خنجر کے غلام بن کر ڈاکو بن جاتے ہیں۔"

"میں ڈاکو اس لئے بنا کہ میں زری سے دور رہوں۔ مجھے اس کے انتقام سے خوف نہیں تھا' لیکن میں عورت ذات سے ٹکر لینے سے ڈرتا تھا۔"

"اب تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ تم نے ہر قتل خان کے کہنے پر کیا تھا۔"

"تم بھی جانتے ہو' ساری دنیا جانتی ہے کہ زری کا بھائی مجھ سے کیوں ناراض ہوا؟ میں نے خان کے ڈیرے پر آنا شروع کیا تھا' اس کی وجہ بھی تم جانتے ہو۔ زری کا بھائی خان کے ساتھ میرے میل جول کو پسند نہیں کرتا تھا۔ اس لئے اس نے منگنی توڑ دی اور میں غصے میں آ گیا۔ غصے کے پیچھے بھی خان کا ہاتھ نہیں تھا کیا؟ چھپا ہوا ہاتھ جس نے اشاروں ہی اشاروں میں مجھے بتایا کہ اگر میں زری کے بھائی کو قتل کر دوں گا تو زری مجھے مل جائے گی اور دنیا کی کوئی طاقت اسے مجھ سے جدا نہیں کر سکے گی۔"

تب اسے یوں لگا جیسے وہ شخص جو اس سے سوال جواب کر رہا تھا اب اس کے پاس کندھے سے کندھا ملا کر بیٹھ گیا ہے۔

اس نے پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں خالو ڈاکو ہوں"

"تم یہاں کیوں آئے۔"

"یہ مسجد ہے' اس میں ہر شخص آ سکتا ہے۔ یہ سب کے لئے ہے۔ یہاں خالو ڈاکو بھی آ سکتا ہے اور خان محمد بھی جو ایک شریف باپ کا بیٹا ہے"

"تم چلے جاؤ' خالو ڈاکو۔"

"میں تو تمہیں ساتھ لے جانے کے لئے کہہ رہا تھا۔ تم جانتے تو کہہ رہے ہو۔"

"میں تمہارے ساتھ نہیں جا سکتا۔ میرے سامنے خون کا ایک دریا ہے۔ میں اسے پار نہیں کر سکتا۔"

تب دیوار پر ایک سایہ لپکا اور خالو ڈاکو غائب ہو گیا۔

سبز صافے والے نے اس کے سامنے چھابا اور دودھ کی گڑوی رکھ دی۔ "لو کھانا کھاؤ۔"

"نہیں! مجھے بھوک نہیں۔"

وہ شخص اس کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔ اس نے پہلی بار اس کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا۔ خان محمد کے دل میں جگنو چمکنے لگے۔

"نہیں! نہیں! میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ میں رات بسر کروں گا اور صبح صبح چلا جاؤں گا۔"

"جب چاہے چلے جانا' لیکن کھانا تو کھاؤ' کوئی لمبا سفر درپیش ہے مسافر؟"

"میں نہیں جانتا پیر بادشاہ!"

"تم مجھے جانتے ہو؟"

وہ اپنی غلطی پر لرز گیا۔

اس نے کہا۔ "نہیں تو..... نہیں تو..... ہمارے علاقے کے پیر سر پہ سبز عمامہ باندھتے ہیں اور صافے رکھتے ہیں۔ تمہارا عمامہ بھی تو سبز ہے۔ میں نے غلط تو نہیں کہا؟"

"نہیں..... لیکن یہ بتاؤ تم میرا نمک کیوں نہیں کھاتے؟"

"نمک..... تمہارا نمک؟"

"دیکھو رزق اللہ کی طرف سے ملتا ہے۔ اس میں جو نمک ہوتا ہے' وہ بھی اسی کا ہے۔ یہ رزق تمہارے نام کا ہے۔ اس میں میرا کوئی نمک نہیں..... ایک ذرہ برابر بھی....." اس نے ایک ایک لفظ سوچ کر ادا کیا۔

پھر وہ اچانک مسکرایا۔ "تمہارے سامنے جو کھانا رکھا ہے' اس میں نمک نام کو نہیں۔ نہ روٹی میں' نہ دودھ میں۔"

"اچھا تم جاؤ۔ میں کھا لوں گا۔"

وہ شخص چلا گیا' تو مسجد اسے خالی خالی نظر آئی۔ اس نے ایک لقمہ توڑ کر منہ میں رکھا اور دودھ کے ایک گھونٹ کے ساتھ گلے سے اتار لیا۔ اس لقمے میں اسے عجیب سی لذت ملی۔ اس کی بھوک تیز ہو گئی۔ جب وہ روٹی کھا چکا' تو اس نے چھابا ایک طرف سرکا دیا اور دیوار سے ٹیک لگائی۔

اس نے آنکھیں موند لیں' یکایک خالو ڈاکو بولا۔ "اب سو جاؤ گے؟"

"ہاں مجھے نیند آ رہی ہے۔" بقیہ صفحہ ۴۴